مُحَرَّم نامَہ



خواجہ حسن نظامی

خواجہ حسن نظامی کی ایک آنہ اردو یونی ورسٹی کی کتاب

اسلامی تاریخ کا سلسلہ نمبر ۲

محرم نامہ

آنحضرتؐ کی وفات سے واقعہ کربلا تک کے تاریخی حالات

نوشتہ خواجہ حسن نظامی دہلوی

مارچ ۱۹۴۳ء میں گیارہویں بار خواجہ حسن نظامی نے چھپوا کر شائع کیا

قیمت مجلد پونے دو روپے (مطبوعہ علمی پریس دہلی) قیمت غیر مجلد سوا روپیہ

۵

پتہ:- منتظم دفتر لوح محفوظ اردو لائبریری دہلی

محرم نامے کی مضامین کی فہرست

گیارھویں اشاعت کا دیباچہ

محرم نامہ اسلامی تاریخ کا دوسرا حصہ ہے پہلے حصہ کا نام میلاد نامہ ہے جس میں تاریخی انداز سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے وفات تک کے پورے تاریخی حالات بیان کئے گئے ہیں اور اس کتاب محرم نامے میں وفات سے لیکر چاروں خلافتوں کا بیان ہے اور جنگ جمل اور جنگ صفین اور بنی امیہ کی سلطنت کی ابتدا اور کربلا کا تاریخی تذکرہ ہے۔

اس کتاب کے دس ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور اب سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق سنہ ۱۹۲۳ء میں گیارھواں ایڈیشن شائع کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا نام "محرم نامہ" اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں محرم کے غمناک تاریخی حالات کا بیان زیادہ ہے اس تاریخی سلسلے کے پہلے حصے کا نام "میلاد نامہ" بھی اسی وجہ سے رکھا گیا تھا کہ اسمیں آنحضرت ﷺ کی ولادت کا بیان زیادہ تھا اس کتاب محرم نامے میں اُن چاروں خلافتوں کا تاریخی حال بیان کیا گیا ہے جس سے شیعہ سنی فرقے پیدا ہوئے ہیں مگر میں نے یہ کتاب دونوں فرقوں کی ضد اور طرفداری سے بچ کر عربی کی معتبر تاریخوں سے محض سچے حالات لکھے ہیں کسی فرقے کی حمایت یا مخالفت نہیں کی یہی وجہ ہے کہ ہر فرقے کے ہر انصاف پسند لوگ اس کتاب کو اور اس

پہلے اور تیسرے اور چوتھے حصوں کو بہت پسند کرتے ہیں اور میری یہ کتابیں بہت زیادہ مقبول ہیں اور بار بار چھاپی جاتی ہیں۔

اس کتاب کا تیسرا حصہ یزید نامہ ہے جس میں امیر معاویہ اور یزید سے لیکر بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان الحمار تک کے تاریخی حالات ہیں۔ اور چوتھے پانچویں حصوں میں بنی عباس کی حکومت کے شروع سے آخری بادشاہ تک کے تاریخی حالات ہیں۔ اور جس کا نام عباسیہ سلطنت کی تاریخ ہے۔

تاریخی ڈرامہ یزید نامے کی اشاعت کے بعد میں نے یزید اور اس کی حکومت کے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی ظاہر کرنے کے لئے ایک تاریخی ڈرامہ "طمانچہ برخسار یزید" کے نام سے شائع کیا ہے۔ جو بہت مقبول ہوا ہے اور اس کے بھی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ایک آنہ یونیورسٹی میں نے ہندوستان کے ہندو مسلمانوں اور دوسری قوموں کی معلومات ملکی وقومی میں کمی کو محسوس کیا۔ اور اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ ہندوستان میں جتنی سرکاری اور غیر سرکاری یونیورسٹیاں جاری ہیں ان میں ہندوستان کے باشندوں کی معلومات بڑھانے کی چیزیں بہت کم ہیں۔ خاصکر ہندو مسلمانوں کے مذہبوں کی معلومات بالکل نہیں ہے اور جو ہے وہ بہت ادھوری اور غلط ہے۔ اور ہندو مسلمانوں کی تاریخ بھی بہت کم ہے اور غلط ہے اور ان یونیورسٹیوں کا مقصد چونکہ علم حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ نوکری کے لئے اور انگریزوں کی سرکار کی حکومت کا کام چلانے کی نیت ہے اس لئے ان یونیورسٹیوں سے ہندوستانیوں کی ملکی وقومی معلومات میں ترقی نہیں ہوتی اس کے علاوہ ان یونیورسٹیوں کے جتنے کالج اور اسکول ہیں ان کی کتابیں بھی مہنگی ہیں اور ان میں پڑھنے کا خرچ بھی بہت زیادہ ہے۔

اس خرابی کا علاج سوچتے سوچتے پچاس برس ہو گئے۔ اور اب جبکہ میری عمر ستر کے قریب ہو گئی تو قدرت نے ایک علاج میرے دل میں پیدا کیا۔ اور میں نے ایک آنہ یونیورسٹی نام کی ایک اسکیم جاری کی جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کی سب قوموں کی مذہبی تاریخی اور کلچری اور اقتصادی اور معاشی معلومات بڑھانے کی کتابیں بہت کم قیمت پر شائع کی جائیں اور ان کو گھر گھر پھیلانے کا انتظام کیا جائے تاکہ نوکری کے لئے تعلیم حاصل کرنے والے بھی اور دوسرے ہندوستانی بھی ان کتابوں کے ذریعے اس کمی کو پورا کریں جو مہنگی اور ادھوری تعلیم سے پیدا ہو گئی ہے۔

چنانچہ میں نے نئی کتابیں بھی لکھنی شروع کر دی ہیں اور اپنی پرانی کتابوں کو بھی ایک آنہ یونیورسٹی کے ذریعے شائع کر رہا ہوں اور اس کتاب محرم نامے کا گیارہواں ایڈیشن بھی ایک آنہ یونیورسٹی کے ذریعے شائع کرتا ہوں اور لڑائی ختم ہونے کے بعد ہندی حروف میں بھی یہ کتابیں شائع کرنی شروع کروں گا۔ کیونکہ کروڑوں ہندو اردو حروف نہیں پڑھ سکتے اور وہ اردو حروف کی مفید کتابوں سے محروم رہتے ہیں۔

ایک آنہ دواخانہ ایک آنہ یونیورسٹی کی ایک شاخ ایک آنہ دواخانہ بھی ہے جو ہندوستان کی غذاؤں اور ہندوستان کی دواؤں کو بہت ارزاں فروخت کرنے کا بندوبست کر رہا ہے اور جس نے طبی معلومات کی کتابیں بھی شائع کرنی شروع کر دی ہیں۔

حسن نظامی جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی دہلی۔ دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء

مُحَرَّم نامہ

وَفَاتْ اَوْرْ خِلَافَتْ

خدا تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی نعت اور آل و اصحابؓ کے سلامؓ کے بعد محرم نامہ کی پہلی رات کا بیان شروع کیا جاتا ہے۔

اے ایمان والو اے اسلام والو! آج محرم کی پہلی رات ہے مسلمانوں کا نیا سال شروع ہو گیا۔ سب قومیں اپنے نئے سال کی ابتدا میں خوشی کرتی ہیں عید کی طرح جشن مناتی ہیں۔ مگر جب تمہارا یہ نیا سال آتا ہے تو تمہارے گھروں میں ماتم کی صفیں بچھ جاتی ہیں تم بجائے شادیانے بجانے کے سب کے سب کیا چھوٹے کیا بڑے غمزدہ ہو جاتے ہو تم جانتے بھی ہو اسکا سبب کیا ہے؟ سنو! میں اسکی داستان سنانے کو یہ کتاب لکھتا ہوں۔

خدا کے بندو! جانو کہ اس چاند کے پہلے عشرے میں ایک بڑا غمناک واقعہ ہوا تھا جسکو آج تیرہ سو برس گزرنے پر بھی مسلمان نہیں بھولے۔ کیونکہ ہم جنکا کلمہ پڑھتے ہیں جنکی بدولت مومن اور مسلم کہلاتے ہیں جنکی شفاعت کے قیامت کے دن امیدوار ہیں جو انسانوں اور جنات کے رسولؐ تھے اور خدا کی طرف سے مقرر ہو کر دنیا کی ہدایت کے واسطے آئے تھے اس محرم کے پہلے دس دنوں میں اُن کا نواسہ اور کنبے والوں کو کربلا کے میدان میں شہید کیا گیا تھا اور خود اُن لوگوں نے شہید کیا تھا جو اپنے آپکو

مسلمان کہتے تھے۔ اسی شہادت کی یاد محرم آتے ہی ہر ایک کو غمگین بنا دیتی ہے اور یہی شہادت ہے جسکے رنج والم کے سبب ہم نئے سال کی خوشیوں کو بالائے طاق رکھدیتے ہیں۔

یہ شہادت کیوں ہوئی؟ رسول خداؐ کا کلمہ پڑھنے والوں نے ایسی سنگدلی کیوں برتی کہ اپنے آقا کے نواسہ اور کنبے کو قتل کرڈالا۔ اس کی اصل حقیقت تم سب کو جاننی چاہئے یوں تو تم مجلسوں اور مرثیوں میں سنا کرتے ہو کہ یزید اور شمر نے حضرت امام حسینؑ کو شہید کردیا۔ کئی دن اُن کو اور اُن کے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو پیاسا رکھا اور طرح طرح کے ظلم وستم آلِ رسول پر توڑے مگر یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ آخر اس کا سبب کیا تھا اور رسولؐ کے قریب زمانے والے مسلمانوں کے دل ایسے سیاہ ہوگئے تھے کہ انہوں نے اتنا بڑا گناہ کیا اور ایسی سزا کی کو جائز رکھا جسکی مثال کسی قوم کی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

اسواسطے میں چاہتا ہوں کہ جھگڑے کی اصل بنا سے سارے حالات تمکو سناؤں تاکہ تمہارے ذہن میں ساری حقیقت آجائے اور تم گھر بیٹھے موٹی موٹی کتابوں کے پڑھنے بغیر پوری کیفیت جان جاؤ

یہ تو تمکو اسلامی تاریخ کے پہلے حصّہ میلاد نامہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ تمہارے رسول حضرت محمد مصطفےٰؐ خاندانِ قریش میں تھے جو عرب کی قوموں میں سب سے زیادہ شریف اور عزت والا قبیلہ تھا قریش میں ایک گھرانے سے دو شاخیں ہوئیں ایک کا نام بنی ہاشم تھا ایک کا نام بنی اُمیہ تھا بنی ہاشم میں تمہارے رسولؐ تھے حضرت علیؓ تھے حضرت عباسؓ تھے اور اسی طرح بہت سے لوگ تھے اور بنی اُمیہ میں حضرت عثمانؓ معاویہؓ۔ یزید اور بہت سے مشہور آدمی ہوئے۔

جب حضرت محمد مصطفےٰؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اُمیہ کی اولاد میں ابوسفیان نامی ایک شخص کو جسکے بیٹے کا نام معاویہ اور پوتے کا نام یزید تھا حضرتؐ کی پیغمبری سے سخت عداوت ہوئی اور اُنہوں نے مکہ فتح ہونے تک ہمیشہ حضرتؐ کے خلاف فساد برپا کئے بدرکی مشہور لڑائی انہی کے باعث ہوئی اُحد کی جنگ انہی ابوسفیان کی کوشش سے ہوئی ابوسفیان معاویہؓ کے والد تھے جن کی بیوی ہندہ نے اُحد کی لڑائی میں رسول خداؐ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبا کر تھوکا تھا۔

غرض خندق کی لڑائی اور بعد کی سب لڑائیوں میں جو تمہارے رسول ﷺ کو پیش آئیں ابو سفیان ہر ایک کے بانی ہوئے۔

آخر اسلام کی قوت خدا نے بڑھائی اور رسول خدا ﷺ نے مسلمانوں کی فوج لیجا کر کفار سے مکہ چھین لیا۔ تو ابو سفیان مسلمان ہو گئے اور اُن کے بیٹے معاویہ بھی حضرت ﷺ کی خدمت میں آنے جانے لگے بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی لکھنے کی خدمت بھی لی گئی۔ بعض کہتے ہیں یہ روایت غلط ہے صرف حضرت ﷺ کا ایک دفعہ خط لکھا تھا۔

اس بیان سے تمکو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہاشم کی اولاد اور امیہ کی اولاد میں اوپر سے دشمنی چلی آتی تھی۔ مسلمان ہونے کے سبب بنی اُمیہ ایک طرح بنی ہاشم کے تابعدار ہو گئے تھے اسلئے خاندانی کینہ اور بھی ان کے دلوں کو جلاتا تھا اور اُن کے حسد میں ترقی ہوتی تھی اس واقعہ کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ اب میں دوسرا بیان شروع کرتا ہوں۔ اس خاندانی رنجش کو یاد رکھو گے تو آگے کے حالات خود بخود سمجھ میں آتے چلے جائیں گے۔

خلافت

رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد انکی جانشینی کے قصہ سے عداوت کا ایک شاخسانہ نکلا خلافت یعنی رسول کی جانشینی کی بحث میں دو فریق ہو گئے۔ ایک کا نام سُنی ہوا اور دوسرے کا شیعہ وہ دن ہے اور آج کا دن شیعہ سُنی کی لڑائی ختم نہیں ہوئی۔ اگرچہ اب نہ خلافت رہی نہ خلافت کے اسباب ہیں۔ مگر جھگڑا جوں کا توں باقی ہے سُنی کہتے ہیں مسلمانوں نے خلافت کے لئے عام رائے سے جسکو چن لیا وہی ٹھیک ہے لہٰذا اول خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ہوئے۔ دوسرے حضرت عمر فاروق تیسرے حضرت عثمان غنی چوتھے حضرت علی۔ شیعہ کہتے ہیں حق حضرت علی کا تھا ان تین خلفاء نے تدبیر اور کوشش سے خلافت لے لی اور حضرت علی کا حق مارا گیا آگے چلکر اسی خلافت کے جھگڑے نے کربلا کا وہ مشہور ہنگامہ کرایا جسکی یادگار میں یہ محرم نامہ لکھا گیا ہے میں تم کو پہلے تو حضرت رسول خدا ﷺ کی وفات کا حال سناتا ہوں تاکہ تم معلوم کرو کہ حضرت نے اپنے جانشین مقرر کرنے کے بارہ میں کیا منشا ظاہر کیا اور آپ کے طرز عمل سے کیا بات پائی گئی

حالات ان سب معرکوں کا پورا بیان میلاد نامہ میں ہے جو دفتر حلقہ مشائخ دہلی سے ملتا ہے

اس کے بعد چاروں خلافتوں کا حال اور ان کے انتخاب کے طریقے اور تاریخی واقعات سناؤں گا۔ اور تم زینہ بزینہ جھگڑے کی بنیادوں کو سمجھتے ہوئے چلے جاؤ گے۔

رسُول خدا ص کی وفات

آخری حج کر کے جسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینے تشریف لائے تو کچھ علیل سے تھے لوگوں نے سمجھا سفر کی تکان ہے جاتی رہیگی۔ مگر مرض برابر بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ کئی دن حضرت گھر سے باہر تشریف نہ لاسکے ایکدن ذرا افاقہ ہوا تھا تو حضرت باہر تشریف لائے خطبہ پڑھا اور نصیحتیں کیں اور فرمایا کسی کا کوئی حق مجھپر ہو تو مانگ لے تاکہ آخرت کا بوجھ مجھپر نہ رہے عکاشہؓ ایک صحابی جنکا نام عکاشہ تھا آگے بڑھے اور عرض کیا ایکدفعہ فلاں جہاد کے موقعہ پر آپنے میرے ایک قمچی ماری تھی اب مجھے اس کا عوض ملنا چاہئے۔ حضرتؐ نے فرمایا اچھی بات ہے ایک قمچی منگاؤ۔

لوگوں نے عکاشہؓ کو گھورنا شروع کیا کہ یہ کیا بے ادبی اور گستاخی ہے۔ مگر عکاشہؓ نے کچھ پروا نہ کی۔ اور قمچی منگائی۔ قمچی آگئی تو اصحاب بیقرار ہوگئے اور حضرت علیؑ نے فرمایا۔ عکاشہ تجھ کو رحم نہیں آتا اپنے آقا کی حالت نہیں دیکھتا بیماری سے وہ کیسے ناتوان ہو رہے ہیں ایسے ان میں قمچی کھانے کی طاقت کہاں ہے تو مجھکو مار لے اور حضرتؐ کا عوض مجھسے لے لے حضرتؐ نے فرمایا نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ اے علیؑ تمہارے مارنے سے میرا قصاص ادا نہیں ہوگا عکاشہؓ دیر نہ کر قمچی لگا۔

عکاشہ نے عرض کیا حضور جسوقت آپنے میرے قمچی ماری تھی میرے بدن پر کپڑا نہ تھا ننگے جسم پر قمچی کی چوٹ زیادہ لگتی ہے حضرتؐ نے فرمایا اچھا میں بھی اپنا کرتا اُتار ڈالتا ہوں جونہی اہل عالم کے سردار نے کرتا اتارنا شروع کیا حاضرین چیخیں مار کر رونے لگے مجلس میں کہرام مچ گیا وہ جو ساری زمین پر خدا کی ہدایت لیکر آئے تھے وہ جو آسمان و زمین میں خدا کے بعد سب سے بڑی عزت

رکھتے تھے انصاف کی خاطر اپنے ایک ناچیز اُمتی کے آگے اپنا جسم کھولکر اور کرتا اُتار کر کھڑے ہو گئے تاکہ اُمت بھی انصاف کو ایسا ہی عزیز رکھے جیسا حضورؐ نے رکھا تھا۔ بوڑھے شہنشاہ اپنے غلاموں کے مجمع میں برہنہ جسم کھڑے تھے عکاشہ بڈھے نے چھڑی ہاتھ سے پھینکدی اور آپ کی پشت پر مہر نبوت کو بوسہ دیا پھر عرض کی لے سرکار! اے دو جہان کے والی! میں نے یہ گستاخی اور یہ حیلہ صرف اس لئے کیا تھا کہ مہر نبوت کی زیارت کروں اور اس پر بوسہ دوں تاکہ دوزخ کی آگ مجھپر حرام ہوجائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا حرام ہوئی حرام ہوئی یعنی دوزخ کی آگ تجھ پر حرام ہوئی۔ اسکے بعد جن لوگوں نے اپنے قرضہ کو کہا وہ اُسی وقت ادا کیا گیا اور حضرتؐ اندر گھر میں تشریف لیگئے۔

حدیثِ قرطاس

اسی بیماری کے زمانے میں ایک دن بہت سے لوگ حضرتؐ کے پاس جمع تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا لاؤ کاغذ لاؤ میں تم کو کچھ لکھدوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہوجاؤ۔ اب اور روایت میں یہ ہے کہ فرمایا کہ تم مجھکو اجازت دو۔

یہ سنکر حضرت عمر فاروقؓ بولے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بخار کی تکلیف کا غلبہ ہے اسکے سبب ایسا فرماتے ہیں۔ وصیت نامہ کی کچھ ضرورت نہیں ہمکو خدا کی کتاب قرآن کافی ہے۔

اسپر حاضرین میں ہڑبڑ مچگئی۔ اہل بیتؓ میں کوئی کہتا کہ ہمارے لئے حضرتؐ لکھنا چاہتے ہیں کاغذ منگانا چاہئے اور حکم کی تعمیل کرنی واجب ہے۔ کوئی کہتا کہ عمرؓ سچ کہتے ہیں قرآن کے ہوتے سانتے اب اور کسی وصیت نامے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب لوگوں کی گڑبڑ زیادہ ہوئی اور آپسمیں گفتگو بڑہنے لگی تو حضرتؐ کو اس کے سبب تکلیف ہوئی اور حضرتؐ نے ناراض ہوکر فرمایا "**جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ**"۔

سب لوگ چلے گئے اور معاملہ یونہی رہ گیا۔ حضرت عباسؓ رسولخداؐ کے چچا نے حضرت علیؓ سے فرمایا بھائی مجھکو رسولخداؐ کے طور بے طور نظر آتے ہیں مجھکو اپنے خاندان کا تجربہ ہے عبدالمطلب کے خاندان میں مرنے کے وقت جو علامتیں ہوا کرتی ہیں وہ سب حضرتؐ میں مجھ کو نظر آرہی ہیں اسواسطے مناسب ہے کہ تم حضرتؐ

لہ بخاری اور مسلم حدیث کی دو ملی ہوئی سب سے زیادہ صحیح کتابوں میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت درج ہے جسکو میں نے یہاں نقل کیا۔
حسن نظامی

سے خلافت کے بارے میں دریافت کر لو۔ کہ آپ کے بعد یہ منصب کس کو دیا جائے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا چچا جان ایسی حالت میں میرا جی تو نہیں چاہتا کہ حضرتؐ سے یہ سوال کروں
جب بیماری کی زیادہ شدت ہوئی تو حضرتؐ نے بی بی عائشہؓ سے ارشاد کیا (کیونکہ حضرتؐ اس مرض موت میں انہی کے حجرے میں تھے) کہ اپنے باپ ابوبکرؓ سے کہو کہ میں نماز کے لئے باہر نہیں آسکتا تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور میری جگہ امامت کرو۔
حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ حضور میرے باپ بہت نرم دل ہیں وہ آپ کو از حد محبت ہے ان سے یہ کام نہ ہو سکیگا جب وہ آپکی جگہ خالی دیکھینگے تو بیقرار اور بے خود ہو جائیں گے آپ اس کام کیلئے کسی اور کو مقرر کیجئے مگر حضرتؐ نے بار بار یہی فرمایا کہ ابوبکرؓ میری جگہ امامت کریں آخر ابوبکرؓ نے حکم کی تعمیل کی اور پانچ وقت نماز پڑھائی۔ آخری وقت میں حضرتؐ کی حالت ذرا سنبھلی اور آپ حضرت علیؑ کے سہارے باہر تشریف لائے اسوقت جماعت ہو رہی تھی۔ نمازیوں نے حضرتؐ کی آہٹ سنکر کھنکارنا شروع کیا تا کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضرتؐ کی تشریف آوری معلوم ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ امامت سے پیچھے ہٹے اور چاہا کہ نماز توڑ دیں۔ مگر حضرتؐ نے اُن کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ اور خود امامت پر کھڑا کر دیا اور آپ انکی اقتدا میں داہنی طرف کھڑے ہو گئے مگر کمزوری کے سبب کھڑے نہ ہو سکے تو بیٹھ گئے اور بیٹھکر نماز پڑھی اس نماز کے بعد جو اندر تشریف لیگئے تو پھر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ وفات ہو گئی۔
وفات کے وقت حضرتؐ حضرت عائشہؓ کی گود میں تھے شیعوں کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی گود میں تھے اور وصال کے وقت حضرت علیؑ نے آپکی ٹھوڑی کو ہاتھ سے سہارا دیا۔
حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میرا کفن دفن اہلبیت کرینگے۔ جس وقت وفات کی خبر مشہور ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ منبر پر چڑھے اور فرمایا۔
اے لوگو! اگر تم محمدؐ کی عبادت کرتے تھے تو سنو اُن کا وصال ہو گیا اور اگر تم خدا کی عبادت کرتے تھے تو یاد رکھو وہ زندہ موجود ہے۔
حضرت عمر فاروقؓ کو بہت غم تھا اور وہ فرماتے تھے کہ حضرت خدا کے ہاں گئے ہیں پھر آجائینگے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بھی سمجھایا اور کہا کہ موت ایک ہی دفعہ آتی ہے یہ تمہارا خیال غلط ہے کہ حضرت دوبارہ تشریف لائینگے،

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت

ادہر تو لوگوں میں حضورؐ کی وفات سے تہلکہ مچا ہوا تھا اور اہل بیت غم کے پتلے بنے خانۂ رسولؐ میں جمع تھے فکادل جن کا سر دھراجنکا پشت پناہ دنیا سے رخصت ہو گیا تھا ادھر مدینے کے باشندوں نے جن کو انصار کہتے ہیں ایک جلسہ قرار دیا اور سب لوگ وہاں جمع ہوسکتے۔

یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو پہنچی کہ عنقریب انصار اپنے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ پر خلافت رسولؐ کی بیعت کرنے والے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کو لیکر اس جلسہ میں گئے۔ وہاں دیکھا کہ واقعی ایک انبوہ عام جمع ہے انصار نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا ہم اپنے لوگوں میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تاکہ انتظام امت قائم رہے۔

اسپر حضرت ابوبکر صدیق کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک تقریر کی جس میں پہلے انصار کے مناقب اوصاف بیان کئے اور بتایا کہ انہوں نے رسولخداؐ اور تمام مہاجرین کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کئے ہیں اور بیسے وقت مدد کی ہے جبکہ حضرتؐ مکہ چھوڑ کر ان کے وطن میں مسافرانہ تشریف لائے تھے۔

آخری وقت خود رسولخداؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ قرآن شریف اور اپنی آل کو تم میں چھوڑتا ہوں اس کی پیروی کرنا ان دونوں کو پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اسی وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ انصار کے احسانات کو یاد رکھنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا۔

پس اے گروہ انصار ہم تمہاری بزرگی اور عزت کا خیال کرتے ہیں مگر خلافت اور امامت کا حق قریش کا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"امام قریش میں ہوں گے"۔ لہذا تم خلافت قریش ہی میں رکھو اور اپنے محبوب رسولؐ کے منشا کے خلاف نہ کرو ورنہ بہت جھگڑے پڑیں گے اور سخت فساد کا اندیشہ ہے۔

انصار اس تقریر سے راضی ہو گئے اور انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

انصار کے راضی ہوتے ہی حضرت عمرؓ نے جلدی سے حضرت ابوبکرؓ کو پکارا کہ آپ ہاتھ پھیلائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرینگے اور آپ ہی قریش میں سب سے بڑے بزرگ اور زیادہ لائق ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس کہنے سے حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ پھیلا دیا اور سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے بیعت کی اور پھر سب انصار اور حاضرین جلسہ نے بھی بیعت کر لی۔ جونہی یہ خبر مشہور ہوئی رات تک سارے اہل مدینہ نے بیعت کر لی مگر حضرت علیؓ نے بیعت نہ کی بعض کہتے ہیں چالیس دن بعد کی بعض کہتے ہیں چھ مہینے بعد کی غرض یہ دن اور رات تو اسی انتظام میں گذرے دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ منبر پر چڑھے اور لوگوں سے کہا کہ میں نے یہ عہدہ اس واسطے قبول کیا ہے کہ آپس میں جھگڑا اور فساد نہ پڑے اب میں تم جیسا اور تمہاری برابر ایک شخص ہوں اگر مجھ میں کوئی قصور دیکھو تو آزادی سے ٹوک دو اور آگاہ کر دو جب یہ ہو چکا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سب کو لیکر آنحضرتؐ کے دفن کفن کی طرف متوجہ ہوئے اس عرصہ میں جبکہ خلافت کا تصفیہ ہو رہا تھا اہلبیتؓ آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے رہے انہوں نے ان جھگڑوں میں مطلق حصہ نہ لیا۔ آخر آنحضرتؐ کی وصیت کے مطابق اہلبیتؓ نے جن میں حضرت علیؓ سب سے آگے تھے حضرتؐ کو غسل دیا اور کفنا کر دفن کیا۔[1]

اختلافات کی ابتداء

یہاں سے اختلافات کی ابتدا ہوتی ہے۔ شیعوں کا اعتراض ہے کہ حضرت عمرؓ نے جان بوجھکر جلدی کی کیونکہ اہلبیتؓ اپنے غم میں حضرتؐ کے پاس تھے انہوں نے توڑ جوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا دیا تاکہ حضرت علیؓ بے بس رہ جائیں آنحضرتؐ کے دفن کے بعد خلافت کی بحث ہوتی تو عام رائے حضرت علیؓ کو ملتی مگر حضرت عمرؓ نے جیسے کہ آنحضرتؐ کو وصیت نامہ نہ لکھنے دیا ایسے ہی خلافت بھی جلدی کر کے حضرت ابوبکرؓ کو دلوا دی سنی جواب دیتے ہیں: حضرت عمرؓ کی اس میں بڑی مصلحت تھی اگر آنحضرتؐ اہلبیت کی محبت کے سبب حضرت علیؓ کو خلافت نامہ لکھ دیتے تو بنی ہاشم کے پرانے دشمن بنی امیہ فساد برپا کر دیتے اسکے علاوہ چونکہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے دینی لڑائیوں میں جن کے کفار مارے گئے تھے جنکی اولاد اب مسلمان ہو گئی

[1] تاریخ طبری کی چوتھی جلد میں یہ تذکرہ ہے ۱۲ حسن نظامی

تھی اس واسطے حضرت علیؓ کی خلافت کو اُن مقتولوں کی اولاد کبھی قبول نہ کرتی۔ اور عرب کینہ وری کے سبب انکو حضرت علیؓ سے بغض ہونا یہیں مصلحت یہ تھی کہ ایسا آدمی خلیفہ ہو جسکو کسی جماعت خاص سے تعلق نہ ہو یعنی وہ ایسی جماعت ہیں نہ ہو جسکے لوگ نیادہ دشمن ہوں یا جسکا مد مقابل کوئی خاص فرقہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے مسلمانوں میں خونریزی رک گئی ورنہ رسولِ خدا کے دفن ہوتے ہی تلوار چلتی اور رسول کا لگایا ہوا اسلامی پودا کٹ کر گر جاتا۔

سنی یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ بھی اس مصلحت کو جانتے تھے اور انہوں نے بھی بہت سی حدیثوں میں اسکا اشارہ کر دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ حضرتؐ نے کسی کیلئے خلافت مقرر نہ کی۔

اسکے علاوہ حضرت ابوبکرؓ کو باربار تاکید کرکے اپنی جگہ نماز کی امامت پر مقرر کرنا بھی اسپر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ ابوبکرؓ کی خلافت چاہتے تھے اور اسی میں مصلحت دیکھتے تھے کیونکہ حضرتؐ کو عرب کی عداوتوں کا پورا پورا حال معلوم تھا خصوصاً بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی دشمنی کو تو آپ خوب سمجھتے تھے پس حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا اسلام کی محبت سے کیا اور وقت کے مناسب یہی تھا۔

آنحضرتؐ کے دفن میں دیر لگانے کا سنی یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ وقت بہت نازک تھا ذرا بھی دیر کی جاتی اور دفن میں مشغولیت ہوتی تو انصار اپنا خلیفہ بنا لیتے اور پھر قتل و ہنگامہ شروع ہو جاتا صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے جسم پاک سے زیادہ رُوحِ اسلام کا تحفظ ضروری سمجھا۔ اور حضور رسول مقبولؐ کا منشائے مبارک بھی یہی تھا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت

میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے واقعات نہیں لکھتا کہ ان کے عہد میں کیا کیا کام ہوئے کیونکہ اس کو میری کتاب کے مقصد سے کوئی تعلق نہیں ہے میں تو صرف چاروں خلافتوں کا وہ حال لکھنا چاہتا ہوں جو خلافت مقرر ہونے کے وقت پیش آیا کیونکہ انہی خلافتوں کے باعث کربلا کا واقعہ ہوا تھا جس کے لئے میں یہ کتاب محرم نامہ لکھ رہا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو برس چار مہینے خلافت کی اور آخر وہ بیمار ہوئے ایک سال پہلے

یہودیوں نے ان کو زہر دیدیا تھا جسکی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اسکا اثر ایک سال میں ہوتا ہے۔
چنانچہ زہر نے اثر کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔
حضرت ابوبکرؓ گورے رنگ کے تھے اور بہت دبلے تھے ان کے بدن پر رگیں دبلاپے کے سبب الگ الگ معلوم ہوتی تھیں۔ چہرہ زرد تھا۔ ڈاڑھی سفید تھی۔
حضرت عمرؓ ان کی خلافت کے زمانے میں بھی نائب تھے یعنی بطور میر منشی کے کام کرتے تھے جب حضرت ابوبکرؓ کو یقین ہوا کہ وہ اس مرض سے جانبر نہ ہوں گے تو ان کو اپنے بعد خلافت کی فکر ہوئی اور انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ اگر میں خلافت حضرت عمرؓ کو دوں تم پسند کروگے؟ ابن عوفؓ نے جواب دیا کہ بہت ہی اچھی بات ہوگی مگر حضرت عمرؓ ذرا سخت آدمی ہیں حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ سختی جبھی تک ہیں کہ میں زندہ ہوں جب خود ان پر بوجھ پڑیگا تو درست ہو جائینگے۔
اس کے بعد ابوبکرؓ نے حضرت عثمان غنیؓ اور سب مہاجرین و انصار کے بڑے بڑے لوگوں کو بلا کر علیحدہ علیحدہ مشورہ لیا اور سب نے حضرت عمرؓ کے حق میں رائے دی۔
اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو حکم دیا کہ خلافت نامہ لکھو۔ جب بھی کسی نے چون و چرا نہ کی۔ مگر حضرت طلحہؓ بولے۔
آپکو معلوم نہیں کہ آپ کے زمانے میں عمرؓ نے کیسی کیسی سخت گیریاں کی ہیں اب آپ انہی کو خلیفہ بناتے ہیں اور دنیا سے جاتے ہیں۔ خدا کو کیا منہ دکھائیے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا:—
میں خدا سے یہ کہونگا۔ خلقت میں جو سب سے بہتر تھا اسکو خلقت پر خلیفہ کر کے آیا ہوں۔
اس جواب سے حضرت طلحہؓ چپ ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی خلافت عام طور سے مان لی گئی۔
حضرت عمرؓ کی خلافت بہت شاندار ہوئی ان کے عہد میں روم، شام، ایران، کابل طور سے فتح ہو گئے اور اسلام ایک عظیم سلطنت کا مالک بن گیا۔
حضرت عمرؓ نے ایک روایت کی بموجب دس سال پانچ مہینے چند دن خلافت کی۔ دوسری روایت یوں ہے کہ ان کی حکومت دس سال چھ ماہ چار دن رہی۔

انہوں نے ستاون برس اور بعضوں کے نزدیک تریسٹھ سال کی عمر میں ایک غلام ابو لولو کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہادت پائی جسکا پورا حال آگے آئیگا۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت

جب حضرت عمرؓ کو اپنی زندگی سے ناامیدی ہوئی تو انہوں نے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کو خلوت میں بلایا۔ اور فرمایا کہ میں تم کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔

ابن عوفؓ نے نہایت عقلمندی سے جواب دیا۔ میں آپ ہی سے مشورہ لیتا ہوں کہ کیا میں آپ کی جانشینی اور مسلمانوں کی خلافت قبول کر لوں؟

یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا بیٹھ جاؤ میں تم سے ایک اور کام لینا چاہتا ہوں چند لوگ جن سے آنحضرتؐ بہت خوش تھے یہ خدمت میں انکے گلے میں ڈالونگا۔ ایک ان میں حضرت عثمانؓ ہیں دوسرے حضرت علیؓ تیسرے زبیر بن العوام چوتھے سعد بن ابی وقاصؓ پانچویں طلحہ ابن عبدالرحمنؓ۔ تم ان پانچوں کو بلاؤ اور ان میں سے ایک کو خلافت کیلئے چن لو۔

چنانچہ یہ پانچوں حضرات بلائے گئے تو معلوم ہوا کہ طلحہ ابن عبدالرحمن باہر گئے ہوئے ہیں، حضرت عمرؓ نے چاروں اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تم سے ایک کو خلافت کیلئے نامزد کرنا چاہتا ہوں لہذا تم کو چاہئے کہ عبدالرحمن بن عوف کے مشورہ سے آپسمیں فیصلہ کر لو اور تم سب ملکر یعنی پانچوں آدمی جسکو منتخب کر لوگے وہی خلیفہ ہو جائیگا۔

اس کے بعد فرمایا۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی خلیفہ ہو جائے تو انصار کا بہت خیال رکھے اور ان کی ہر طرح دلجوئی کرے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے رسولؐ کا ساتھ دیا اور رہنے کو جگہ دی۔ اور خدمتیں انجام دیں اور وصیت کرتا ہوں اسکی کہ جو غیر مسلم تمہاری رعایا ہیں ان کی حفاظت کرنا اور ان تمام وعدوں پر عمل کرنا جو خدا اور اس کے رسولؐ نے ان لوگوں سے کئے ہیں اسکے بعد حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا۔ اے علی! اگر خلافت تم کو ملے تو بنی ہاشم کو مسلمانوں پر مسلط نہ کر دینا یہی حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اگر تم کو خلافت ملے تو بنی امیہ کو مسلمانوں پر

فروغ اور فوقیت نہ دینا حضرت زبیرؓ و حضرت سعدؓ سے بھی فرمایا کہ اگر تم کو خلافت ملے تو اپنے خاندان بنی زہرہ کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ نہ بڑھانا سب کو برابر رکھنا اور سب کے حقوق کی یکساں رعایت کرنا بعض لوگوں نے کہا آپ خود ہی کسی کو نامزد کر دیجئے بعد کا جھگڑا نہ رکھئے۔ آپ نے فرمایا اگر حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلافت دیتا کہ ان کی نسبت آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ وہ سالم ہیں اور خدا کی محبت میں پکے ہیں۔

ایک شخص بولا تو آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلافت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا جب خدا تجھکو غارت کرے تو نے یہ مشورہ خدا کے واسطے نہیں دیا اور نہ مسلمانوں کے فائدہ کے لیے (بلکہ مجھکو خوش کرنے کے واسطے یہ کہا) جو شخص (یعنی عبداللہ ابن عمر) اپنی بیوی کے طلاق دینے میں ٹھیک فیصلہ نہ کرسکتا ہو وہ مسلمانوں کا کیا خاک فیصلہ کریگا۔

دوسرے وقت آپ نے پھر ان پانچوں حضرات سے پوچھا کہ تم نے آپس میں مشورہ کیا؟ ان لوگوں نے عرض کی۔ ہم میں اگر سعدؓ بن زید بھی شریک کر دیئے جائیں تو مناسب ہے۔

سعد بن زید قبیلۂ عدی سے تھے اور حضرت عمرؓ بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس واسطے حضرت عمرؓ نے ان لوگوں سے کہا جو سعد بن زیدؓ کو شریک مشورہ کرنا چاہتے تھے، بس بنی عدی سے ایک آدمی کافی ہے اور وہ میں تھا کہ اپنا کام ختم کر چکا۔ خبر نہیں میرا کیا حشر ہو۔ اب بنی عدی میں سے اور کسی کو لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ میں ان چاروں آدمیوں کے فضائل بیان کر دیتا ہوں تاکہ تم کو انتخاب میں آسانی ہو۔

حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ رسول خداؐ کے اقربا میں ہیں حضرت زبیر رسولؐ کے چچا کے فرزند ہیں۔ حضرت طلحہؓ وہ ہیں جن کو رسولؐ نے طلحۃ الخیر فرمایا ہے۔

میں ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیکھتا تم ہی آپس میں طے کر لو اور ایک کو خلیفہ بنالو۔ مگر اس میں تین دن سے زیادہ دیر نہ لگے۔

اس کے بعد حضرت طلحہؓ انصاری کو بلایا اور فرمایا تم پچاس انصار کے ساتھ بیت المال

کی حفاظت کرو جب تک کہ خلافت کا فیصلہ ہو۔

اور سنو جب سب آدمی ایک پر اتفاق کرلیں اور صرف ایک آدمی مخالفت پر اڑا رہے تو اس مخالف کو قتل کر دینا تاکہ بعد میں فساد کھڑا نہ کرے۔ پھر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ تو بھی مشورہ میں شریک ہو میں تجھکو صرف مشورہ میں رائے دینے کا حق دیتا ہوں اتنا نہیں کہ تجھکو خلیفہ بنادیا جائے۔ حضرت مقداد ابن اسود کو بلا کر فرمایا کہ میں تمکو ان مشورہ کرنے والوں کا نگران مقرر کرتا ہوں اور حضرت صہیبؓ کو حکم دیا کہ تم خلافت طے ہونے تک مسلمانوں کی امامت نماز میں کیا کرو۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مذکورہ چاروں حضرات کو طلب فرمایا حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ سے دریافت کیا کہ جاؤں یا نہ جاؤں؟ انہوں نے فرمایا مت جاؤ مجھے معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ بنی ہاشم کو خلافت ہرگز نہیں دینگے اگر تم نہ گئے تو ہم کہدینگے کہ انتخاب کے وقت بنی ہاشم میں سے کوئی موجود نہ تھا۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھسے یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑ دوں۔

حضرت عباسؓ نے فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ تم حضرتؐ سے پوچھو کہ آپکے بعد خلافت کس کو ملیگی۔ تم نے نہ پوچھا اور میرا کہا نہ مانا پھر میں نے وفات رسولؐ کے بعد تم سے کہا کہ گھر سے باہر آؤ رسول خداؐ کے جنازہ کو ذرا چھوڑ کر خلافت کا انتظام کرلو۔ مگر تم گھر سے نہ نکلے اور جنازہ کے پاس بیٹھے رہے۔ یہانتک کہ دوسروں نے اپنی مرضی کے مطابق خلافت پر قبضہ کرلیا۔ اب میں نے کہا حضرت عمرؓ کے پاس نہ جاؤ تم نہیں مانتے۔ اب تم جانو تمہارا کام جانے۔

الغرض حضرت عائشہؓ کے مکان میں جلسہ ہوا اور یہ سب آدمی اندر جمع ہوئے اور دروازے پر پہرہ لگ گیا کہ کوئی اور آدمی اندر نہ جانے پائے۔ مگر سارا دن گفتگو میں بسر ہوگیا شام ہوگئی اور فیصلہ نہ ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ دوسرے دن بھی یہی ہوا تیسرے دن حضرت مقدادؓ نے جو ان کے نگران مقرر ہوئے تھے قسم کھائی کہ آج میں ان کا فیصلہ کئے بغیر اٹھنے نہ دونگا۔

جب تیسرے دن بھی فیصلہ کی صورت نہ نکلی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ تم میں سے ہر ایک اپنا حق چاہتا ہے۔ اب فیصلہ کیونکر ہو؟ ان کو سنکر سب چپ ہوگئے اس پر ابن عوف

بولے اچھا اب اسپر فیصلہ ہے کہ جو حکم میں کردوں تم اس کو قبول کرلو۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہم کو منظور ہے بشرطیکہ تم اپنے کنبے والوں اور اپنے دوستوں کی رعایت نکرنے کا حلف اٹھالو ابن عوف نے اس کا اطمینان دلایا تو یہ بات ٹھہری کہ ابنِ عوف رض ایک الگ حجرہ میں بیٹھ کر ایک ایک امیدوار کو اپنے پاس بلائیں۔

اوّل حضرت علیؓ کو بلایا اور اُن سے پوچھا کہ تم کہتے ہو میں بنی ہاشم کا سردار ہوں میں رسولؐ کا داماد ہوں اور بیشک سچ کہتے ہو لیکن اگر تم کو یہ حق نہ ملے تو اِن لوگوں میں سے کس کو زیادہ مستحق خلافت کا سمجھتے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: "حضرت عثمانؓ کو" پھر ابنِ عوف رض نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور اُن سے کہا کہ تم اپنے بہت سے مناقب بیان کرتے ہو اور وہ ٹھیک ہیں لیکن اگر تم کو یہ خلافت نہ مل سکے تو اپنے بعد کس کو اسکا حقدار سمجھتے ہو؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "حضرت علیؑ کو" پھر زبیرؓ کو بلایا اور اُن سے بھی یہی عبارت کہی۔ حضرت زبیرؓ نے کہا "حضرت عثمانؓ کو" حضرت سعد رض کو بلایا اور اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا "حضرت عثمانؓ کو" اس گفتگو کے بعد حضرت ابن عوف رض مجلس میں آگئے اور فرمایا اس مخفی گفتگو سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ کو خلافت ملنی چاہیے۔ آج کی رات مہلت دو۔ کل میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا۔ یہ کہہ کر جلسہ برخاست کردیا گیا۔

اسی شام کو حضرت علیؓ کی حضرت زبیرؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تم خلافت چاہتے ہو تو میں تمہاری بیعت کو تیار ہوں ورنہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں میرا حق زیادہ ہے میری رائے دینا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ بہت اچھا میں ایسا ہی کروں گا اسکے بعد حضرت علیؑ حضرت سعدؓ سے ملے اور اُن سے بھی یہی کہا حضرت سعدؓ نے اقرار کیا کہ میں تمہاری رائے دونگا۔

حضرت علیؓ نے[1] ان دونوں سے فرمایا کہ مجھکو عبدالرحمن بن عوف کا میلان حضرت عثمانؓ کی طرف معلوم ہوتا ہے تم لوگ میرے دوست ہو ایسا نہ ہو کہ میری حق تلفی ہوجائے

[1] حضرت علیؓ کا یہ فرمانا دنیا کی حرص کے سبب نہ تھا بلکہ خدمتِ خلق کے شوق میں آپ خلافت کے طلبگار (بقیہ صفحہ ۱۸)

اس رات کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دوسرے سرداران قبائل سے جو خلافت کی فیصلہ سننے کو جمع ہوئے تھے علیحدہ علیحدہ مشورہ کیا اور ان سے کہا کہ اب معاملہ دو آدمیوں پر آگیا ہے ایک علیؓ ہیں ایک عثمانؓ ہیں ان سرداروں میں معاویہ کے باپ بوسفیان اور عمرو ابن العاص بھی تھے۔ ابوسفیان ابن عوفؓ سے یہ بات سن کر سیدھے عمرو ابن العاصؓ کے مکان پر گئے اور ان سے کہا ابھی میری اور عبدالرحمٰن ابن عوف کی ملاقات ہوئی تھی انہوں نے مجھسے رائے لی میں نے عثمان کے حق میں رائے دی اس پر ابن عوفؓ بولے میں بھی عثمان کے حق میں ہوں اب مجھے یہ خوف ہے کہ عثمان بہت بھولے اور نرم آدمی ہیں ایسا نہ ہو کہ بات بگڑ جائے اور خلافت علیؓ لے لیں۔

اس پر عمرو ابن العاص نے کہا میں ابھی اس کا انتظام کر سکتا ہوں تم فکر نہ کرو یہ کہہ کر عمرو بن العاصؓ سیدھے حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا:۔

تم میرے پرانے دوست ہو اور میں تمہاری خلافت کو دل سے چاہتا ہوں۔ آج کی رات میں نے دیکھا عبدالرحمٰن ابن عوف اور اکثر سرداروں کی رائے تمہارے حق میں ہے اسواسطے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے مشورہ پر عمل کرو تاکہ کوئی خرخشہ نہ پڑنے پائے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے دوست مجھکو تجھپر اعتماد ہے تو جیسا کہیگا میں ویسا ہی کرونگا تب عمرو ابن العاصؓ نے کہا تم جانتے ہو کہ عبدالرحمٰن ابن عوف ایسے آدمی ہیں جن کی زبان دل ایک کل وہ تم کو خلافت دیتے وقت کہیں گے "اقرار کرو کہ میں خدا و رسول اور گزشتہ دونوں خلفا کے طریقے پر خلافت کرونگا۔ اسوقت تم فوراً اقرار کر لینا کیونکہ اس سے حاضرین کو معلوم ہوگا کہ تم خلافت کے خود طلبگار ہو۔ بلکہ یہ کہنا کہ ان شرطوں کو پورا کرنیکا عہد نہیں کر سکتا۔ البتہ اپنی بساط کیموافق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶) تھے تاکہ دین کی اور اہل دین کی کما حقہ خدمت کر سکیں جو اقتدار خلافت ہی حاصل ہونے سے اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ آج کل بھی کونسل اور پارلیمنٹ کی ممبری حاصل کرنے کو بہت لوگ اس سے زیادہ اپنے فضائل بیان کیا کرتے ہیں اور ان میں اکثر کا یہی خیال بھی ہوتا ہے کہ خدمت خلق کا انسانی فرض ادا کریں حسن نظامی

وعدہ کرتا ہوں کہ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھوں گا۔

یہ کہو گے تو عبد الرحمن ابن عوف رض تمہاری صاف بیانی سے خوش ہوں گے اور تم ہی کو خلافت ملجائیگی حضرت علی رض نے فرمایا آفریں اے دوست خوب مشورہ دیا میں ایسا ہی کرونگا۔

یہاں سے فارغ ہو کر عمرو ابن العاص حضرت عثمان رض کے پاس گئے اور ان سے کہا:۔

ایک بات تم سے کہتا ہوں عمل کر دو تو کہوں۔ حضرت عثمان رض نے کہا جو کہو گے مانونگا۔ عمرو ابن العاص بولے کل جب تم سے خلافت دینے وقت کوئی شرط بیان کی جائے تو بغیر کسی عذر کے تسلیم کر لینا انکار نہ کرنا دیکھو کسی قسم کا پس و پیش تمہاری بات سے ظاہر نہو۔ ہر سوال کا ہاں میں جواب دینا ورنہ علی رض کو خلافت ملجائیگی۔

حضرت عثمان رض نے اس کو منظور کر لیا اور فرمایا ایسا ہی کروں گا۔

فیصلے کا دن دوسرے دن اندھیرے سے حضرت ابن عوف رض نے حضرت زبیر رض و حضرت سعد رض کو بلایا اور فرمایا۔ بھائی میں ساری رات نہیں سویا اس فکر کے مارے کہ جو کام میرے سپرد ہوا ہے اس کو عمدگی سے انجام دوں۔ اب تم دونوں بتاؤ کہ اپنا حق کس کو دیتے ہو؟ پہلے مشورے میں ان دونوں نے حضرت عثمان رض کے حق میں رائے دی تھی۔ مگر آج کہا کہ ہم دونوں حضرت علی رض کو پسند کرتے ہیں انہی کو خلافت ملنی چاہئے۔

اس کے بعد حضرت ابن عوف رض نے حضرت علی رض، اور حضرت عثمان رض کو بلایا راستے میں حضرت عثمان رض نے قاصد سے پوچھا وہاں صبح کیا ہوا؟ قاصد نے کہا سعد رض و زبیر رض بلائے گئے تھے انہوں نے حضرت علی رض کے حق میں رائے دی ہے۔ حضرت عثمان رض کو یہ بات ناگوار ہوئی مگر وہ خاموش ہو گئے۔

جب سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو حضرت عبد الرحمن ابن عوف رض نے منبر پر کھڑے ہو کر سارا قصہ بیان کیا اور کہا اب دو آدمیوں پر نظر ہے ایک حضرت علی رض ہیں دوسرے حضرت عثمان ہیں اب تم بتاؤ کہ کس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور کس کو خلیفہ بنائیں؟ ہم مشورۂ خاص کر چکے اب فیصلہ مشورۂ عام سے ہوگا۔ حضرت عمار بن یاسر بولے:۔

حضرت علی رض سے بیعت کرنی چاہئے تاکہ جھگڑا فساد نہ ہو حضرت مقداد رض نے اس کی تائید کی۔

اس پر حضرت عثمان رضؓ کے بھانجے عبداللہ بن سعد بن سرح نے کہا۔ حضرت عثمان رضؓ کو خلافت ملنی چاہئے میں اُن کے حق میں رائے دیتا ہوں۔

عبداللہ بن سعد ایک زمانے میں آنحضرتؐ کا منشی تھا پھر مرتد ہو گیا تھا اور آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ اس کو قتل کر دو مگر وہ کسی ترکیب سے بچ گیا۔ اب جو اس نے مسلمانوں اور بڑے صحابہ کے سامنے یہ جرأت کی تو حضرت عمار رضؓ بن یاسرؓ نے فرمایا

اے مرتد تجھکو رائے دینے کا کیا حق ہے اور تجھ کو مسلمانوں کے کام سے کیا سروکار؟

حضرت عمارؓ کے اس کہنے سے بنی مخزوم کے ایک شخص نے حضرت عمار رضؓ کو گالی دی۔ اس پر بنی ہاشم کو طیش آگیا اور اُنہوں نے بھی بنی مخزوم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

یہ رنگ دیکھ کر سعد ابن ابی وقاصؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے فرمایا۔ اے لوگو! جھگڑا نہ کرو اور ذرا کے ذرا ٹھہرو اور پھر عبدالرحمن ابن عوفؓ سے کہا۔ جلدی کرو اب دیر کا وقت نہیں ہے ورنہ بہت بڑا فساد ہونے والا ہے۔ اس پر حضرت ابن عوف رضؓ کھڑے ہوئے اور کہا۔

خاموش ہو جاؤ کوئی نہ بولے مجھے جو کچھ کرنا ہے ابھی کرتا ہوں یہ کہہ کر حضرت علیؓ کو پاس بلایا۔ اور انکے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت علیؓ کے ہاتھ کے نیچے اور فرمایا۔ اقرار کرو اور عہد باندھو کہ مسلمانوں کا یہ کام کتابِ خدا اور سنت رسول اور دستور ہر دو خلفاء کے موافق کرو گے۔

حضرت علیؓ نے عمرو بن العاصؓ کے مشورے کے موافق فرمایا میں یہ عہد نہیں کر سکتا مگر کہتا ہوں کہ اپنے علم کے موافق کوشش کروں گا اور ان تینوں باتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دونگا اور خدا سے مدد چاہوں گا کہ وہ مجھ کو ان تینوں پر عمل کی توفیق دے۔

عبدالرحمن ابن عوف رضؓ یہ سنکر سناٹے میں رہ گئے اور سارا مجمع ششدر ہو گیا۔

عبدالرحمن ابن عوفؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا ہم ایسے کمزور کو نہیں چاہتے۔ پھر حضرت عثمانؓ کو بلایا اور اُن سے بھی یہی الفاظ کہے۔ حضرت عثمانؓ نے اقرار کیا اور صاف صاف عہد کو مان لیا اس پر حضرت ابن عوفؓ نے اُن سے بیعت کی اور پھر سب حاضرین نے جوق جوق بیعت کرلی۔

شروع کردی حضرت علیؓ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اُنکی زبان سے یہ الفاظ نکلتے تھے ۔ مکر ۔ فریب ۔ فریب ۔
جب تمام مجمع نے حضرت عثمان رضؓ کی بیعت کرنی شروع کردی تو حضرت علیؓ نے وہاں سے جانے کا قصد کیا ۔ اس پر حضرت ابن عوفؓ نے کہا :۔

آپ کہاں تشریف لیجاتے ہیں ۔ حضرت عثمان رضؓ کی بیعت کیجئے ۔ آپ کو یاد نہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے "جو عہد توڑتا ہے وہ اپنے نفس پر اُسکا وبال لاتا ہے" آپ وعدہ کر چکے ہیں کہ میں تمہارے فیصلے کو تسلیم کرونگا اور جو تم حکم دوگے مانونگا اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی بیعت کرو حضرت عمرؓ نے فرما دیا تھا کہ جو شخص تیرا حکم نہ مانے اور اتفاقِ عام سے علیحدہ ہو کر مخالفت کرے اسکو قتل کر دیجیو

یہ سنکر حضرت علیؓ پلٹے اور اُنہوں نے بھی حضرت عثمان رضؓ کی بیعت کرلی ۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور شوکتِ دین کو بہت کچھ ترقی ہوئی ۔ مگر آخر وقت میں فتنے فساد برپا ہوتے اور حضرت عثمانؓ بسبب بڑھاپے کے اور اچھے صلاح کار نہ ملنے کے اِن جھگڑوں کو دبا نہ سکے یہانتک کہ خود ایکدن حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا اس شہادت کے واقعات نہایت دردناک ہیں میں نے انکو ایک علیحدہ باب میں بہت تفصیل سے آگے جا کر لکھدیا ہے اس واسطے اب میں حضرت علیؓ کی خلافت کا بیان شروع کرتا ہوں کہ اسکا انتخاب کیونکر ہوا اور اس میں کیا کیا واقعات پیش آئے ۔

حضرت علیؓ کی خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کو سات دن گذر گئے اور کوئی خلیفہ مقرر نہ ہوا ۔ خلقت بیتاب تھی ۔ اور کسی شخص کو اپنا امام بنانا چاہتی تھی چنانچہ مصر کے مسلمانوں کی ایک جماعت حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا آپ خلافت قبول فرمایئے ہم آپکی بیعت کرتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا میں یہ منصب قبول نہیں کرتا ۔ لوگوں میں اختلاف پڑا ہوا ہے کوفے کے لوگ حضرت زبیرؓ کی خلافت چاہتے ہیں بصرہ کی خلقت حضرت طلحہؓ کی خلافت چاہتی ہے ایسی حالت میں جلدی مناسب نہیں ہے

ٹھہرو مشورہ کر لینے دو۔ جس طرح حضرت عمرؓ نے جلدی نہیں کی تھی اور سب مسلمانوں کے مشورے سے اس کام کو انجام دیا تھا۔ ایسا ہی تم سب کو بھی کرنا چاہیئے۔

تھوڑی دیر میں مدینے کے بڑے بڑے لوگ جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ اور کہا مسلمانوں کو امامت کے بغیر چارہ نہیں ہے ہاتھ لائیے ہم سب آپ کی بیعت کریں اور آپ کو اپنا امام بنائیں۔ دیکھئے اہل مدینہ اور پیغمبر خداؐ کے یار و اصحاب سب ہی اس وقت آپ کی خدمت میں یہ التجا لیکر آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو مصری مسلمانوں کو دیا تھا اور فرمایا تم حضرت عمرؓ کے زمانے کی طرح باہم مشورہ کر کے ایک شخص کو چن لو۔ اور پھر مجھ سے کہو میں سب سے پہلے اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کرونگا۔ اور اس کا تابعدار رہونگا جیسے کہ اس سے پہلے میں نے سب خلفاؓ کی اطاعت کی ہے مگر میں خود خلیفہ بننا نہیں چاہتا مجکو تم مجبور نہ کرو مجھے خلافت درکار نہیں ہے

آخر سب لوگ جمع ہو کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ مسلمانوں کی امامت قبول فرمایئے۔ مگر ان دونوں حضرات نے بھی انکار کیا تب تمام پردیسی مسلمانوں نے جو باہر کے علاقوں سے خلافت کی بیعت کرنیکو مدینے میں جمع ہوئے تھے باہم مشورہ کیا اور ملکر انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم اپنے گروہ میں سے کسی کو خلیفہ بنالو تاکہ ہم اس کی بیعت کریں انصار نے بالاتفاق جواب دیا ہم سوائے حضرت علیؓ کے اور کسی کی خلافت کو منظور نہیں کرتے نہ کوئی ان کے سوا اس منصب کا مستحق نظر آتا ہے۔ انہوں نے کہا حضرت علیؓ نہیں مانتے ہیں ان سے بہت کچھ عرض کیا۔ انصار نے کہا چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں سب جمع ہو کر عرض کرینگے تو حضرت ضرور قبول فرمالینگے۔ چنانچہ یہ سب حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا

جہان بے امام ہو گیا اور آپ کے سوا اب کسی کا حق نہیں ہے۔ مگر حضرت علیؓ نے اب بھی انکار کیا آخر بات یہ ٹھہری کہ مسجد میں جمع ہو کر مشورہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ تمام خاص عام مسلمان مسجد میں جمع ہوئے اس وقت حضرت علیؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا مجھے یہ خلافت ہرگز منظور نہیں تم کسی اور کو خلافت دیدو میں اسکی بیعت کرلوں گا۔ اس پر پردیسی

مسلمانوں نے بہت عاجزی سے کہا کہ جب ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے اس وقت آپ کسی کو مقرر کریں گے تو پھر وہی فتنہ فساد برپا ہوگا۔

یہ سنکر حضرت علیؓ نے فرمایا اصحاب رسول خداؐ کو جمع کرنا چاہیے تاکہ وہ اس معاملہ میں رائے دیں ور ان میں جسقدر ممتاز لوگ ہیں ان سے درخواست کرنی چاہیے تاکہ ان میں سے کوئی شخص یہ عہدہ قبول کرے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پہلے لوگ سعد بن ابی وقاصؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی مگر انہوں نے صاف انکار کیا وہاں سے سب حضرت سعد بن ز کے مکان پر حاضر ہوئے اور اس تمنا کا اظہار کیا۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے دولت خانہ پر آئے مگر انہوں نے بھی اس منصب کو قبول نہ فرمایا۔

آخر سب پھر حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے انہوں نے ارشاد کیا کہ اب تم کل اصحاب رسولؐ کو جمع کرو منادی کی گئی اور سب صحابہؓ مسجد میں آ گئے۔ البتہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نہیں آئے اور پیام بھیجدیا کہ مسلمان جسکو چاہیں خلیفہ بنا لیں ہم اسکی بیعت کر لینگے حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں ان کو بلانا چاہیے۔ بغیر ان کے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ اسپر پھر ان دونوں کو بلوایا گیا تو انہوں نے جواب بھجوایا کہ آج سب مسلمان بیعت کر لیں ہم کل بیعت کر لیں گے۔

یہ جمعرات کا دن تھا حضرت علیؓ نے فرمایا: اچھا کل ہی پر رکھو جب طلحہؓ و زبیرؓ ہونگے اسی وقت یہ کام ہوگا: مسلمانوں نے کہا: کل جمعہ ہے ہم کو نماز جمعہ اپنے نئے خلیفہ کے ساتھ پڑھنی ہے لہٰذا جو کچھ کرنا ہو آج ہی کرنا چاہیے۔ ہم بغیر بیعت کئے آج مسجد سے نہ اٹھیں گے

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں طلحہؓ و زبیرؓ کے آئے بغیر کچھ کام کرنا نہیں چاہتا۔

یہ سن کر حضرت مالک بن اشترؓ اور حکیم بن جبلہؓ کھڑے ہوئے اور کہا ہم ان دونوں کو ابھی بلاتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس گئے۔ مالک بن اشترؓ نے حضرت طلحہؓ سے کہا مسلمانوں میں اختلاف پڑ رہا ہے بغیر سردھرے کے انکا کام خراب ہوا جاتا ہے اہل مدینہ اور سب مسلمان تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کی بیعت قبول نہ کی اب میرے ساتھ چلو اور مسجد کے

جلنے میں اس مرحلے کا فیصلہ کر دینا کہ مسلمان اس کش مکش اور بے اطمینانی کی حالت سے نجات پائیں اور ان کی پراگندہ خاطری دور ہو۔

یہی تقریر حضرت حکیم بن جبلہؓ نے حضرت زبیرؓ سے کی اور یہ دونوں راضی ہو کر مسجد کے جلسے میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا میں اس منصب خلافت کو نہیں چاہتا تم دونوں مجھ سے بہتر یہ کام عمدگی سے انجام دے سکتے ہو۔ لہٰذا آگے بڑھو تم میں سے ایک کی بیعت کروں بلکہ اے طلحہؓ میرے خیال میں تو ہی زیادہ مستحق ہے۔ ہاتھ بڑھا کہ میں تجھ سے بیعت کروں۔

حضرت طلحہؓ بولے: معاذ اللہ اے ابو الحسن (یعنی حضرت علیؓ) جہاں آپ ہوں آپ کا علم اور اتقا کا درجہ ہو وہاں میری کیا مجال ہے کہ خلیفہ بنوں۔ اسی پر حضرت مالک اشترؓ نے آواز دی:۔

اے علیؓ ہاتھ پھیلاؤ۔ حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا اور سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے ان سے بیعت کی ان کے بعد حضرت زبیرؓ نے پھر سعید بن سعد ابن ابی وقاصؓ نے پھر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے پھر محمد بن ابی بکرؓ نے۔ پھر تمام اصحاب رسول اللہ نے جب خواص کی بیعت ہو چکی تو عوام کا نمبر آیا۔ عوام میں سب سے پہلے جس نے بیعت کی وہ مالک بن اشترؓ تھے انکے بعد حکیم ابن جبلہؓ نے۔

غرض یہ بیعت کا سلسلہ جمعہ کی صبح تک قائم رہا اور سب نے بیعت کر لی۔ سوائے بنی امیہ کے چند افراد کے کہ انہوں نے بیعت نہ کی اور شام میں معاویہ کے پاس بھاگ گئے۔

حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ شل اور بیکار تھا جس وقت سب سے پہلے انہوں نے وہ شل ہاتھ بیعت کے لئے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر رکھا تو ایک شخص حاضرین جلسہ میں سے بولا۔

خدا خیر کرے یہ شل ہاتھ پہلے بیعت کو بڑھا ہے یہ خلافت شل اور بیکار رہتی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافتوں کا حال تو سن لیا کہ یہ لوگ کیونکر منتخب ہوئے

اب میں اس بیان کو ختم کرتا ہوں اور ان چھ شہادتوں کی کیفیت سناتا ہوں جو واقعہ کربلا سے پہلے اسلام میں واقع ہوئیں اور جن میں سے ایک تو اس قدر دردناک ہے کہ کوئی شخص آنسو بہائے بغیر اس کتاب کو پڑھ نہیں سکتا۔

شروعِ اسلام کے چھ شہید

شہادت اُس مرنے کو کہتے ہیں جو خدا کے دربار میں مقبول ہو۔ دین کی لڑائی میں کوئی شخص کفار کے ہاتھ سے مارا جائے تو وہ بڑا شہید ہے۔ کسی ظالم کے ہاتھ سے بیگناہ قتل کیا جائے تو یہ مقتول بھی شہادت کا درجہ پائیگا دشمن زہر دیکر ہلاک کر دے یا طاعون ہیضہ سے مرجائے تو ایسے مرنیوالے کو بھی شہید کا درجہ ملیگا۔ اسی طرح حدیثوں میں اور بھی بہت سی موتوں میں شہادت کا رتبہ ملنے کا بیان آیا ہے

دینِ اسلام کے شروع میں سب سے پہلی شہادت ہم سب کے آقا اور ہادی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی۔ کیونکہ ان کو خیبر کے میدانِ جنگ میں ایک ظالم نے زہر دیا تھا جسکا اثر فوراً تو ایسا نہ ہوا جس سے جان کو نقصان پہونچتا۔ مگر آہستہ آہستہ اثر ہوتا رہا یہانتک کہ آخر اسی زہر کی وجہ سے آنحضرتؐ کی وفات ہوئی۔

چنانچہ حضرتؐ علیل ہوئے ہیں تو خود فرمایا کہ اس مرض میں زندگی دشوار ہے۔ کیونکہ یہ خیبر والے زہر کا اثر ہے۔

دوسری شہادت حضرتِ ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ اوّل کو میسر آئی۔ آپکو بھی ایک کافر نے زہر دیا تھا اور یہ زہر اسی قسم کا تھا جسکا اثر فوراً نہیں ہوتا بلکہ ایک سال کے بعد ہوتا ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی فرمایا تھا کہ میری یہ بیماری اسی زہر کے سبب سے ہے اور میں زندہ نہیں رہ سکتا

تیسرے شہید حضرت عمر فاروقؓ تھے جنکو ایک پارسی غلام فیروز عرف ابولولو نے خنجر سے نماز کی حالت میں شہید کر دیا۔ لکھا ہے اس پارسی غلام کا اپنے آقا مغیرہ بن شعبہ سے جھگڑا ہوا تھا۔ حضرت مغیرہؓ نے دو درم روز فیروز پر مقرر کئے تھے کہ کما کر ان کو دیا کرے۔

فیروز حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرے آقا مغیرہؓ نے دو درم روزانہ مجھ پر لگائے ہیں یہ بہت زیادہ ہیں میں اتنا نہیں کما سکتا۔ کم کرا دیجئے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا تو کیا کام جانتا ہے؟ فیروز نے کہا درودگری نقاشی اور آہنگری

حضرت عمرؓ بولے۔ جو شخص اتنے کام جانتا ہو اس کو دو درم کمانے کیا مشکل ہیں۔ بتراد عیہ ہی خلاج اور تجھ کو دو درم دینے ہوں گے۔

فیروز کو یہ فیصلہ ناگوار ہوا مگر چپ رہ گیا حضرت عمرؓ نے پوچھا میں نے سنا ہے تو آٹا پیسنے کی چکی بناتا ہے۔ فیروز نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا میرے لئے بھی ایک اچھی سی چکی بنا دے۔ فیروز نے کہا بہت اچھا ایسی چکی بناؤں گا جس کی مثل مشرق و مغرب میں کہیں نہ ہوگی۔

حضرت عمرؓ نہ سمجھے کہ اس نے یہ کیا فقرہ کہا۔ دوسرے دن کعب ابن احبار حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اور کہا۔ توبہ کر لیجئے۔ آپ کی زندگی کے صرف تین دن رہ گئے ہیں حضرت عمرؓ نے تعجب سے پوچھا کیونکر جانا میں تو کچھ بیمار بھی نہیں ہوں۔

حضرت کعبؓ نے کہا میں نے توریت اور پرانی کتابوں میں دیکھا ہے کہ آپ حضرت پیغمبر خداؐ کی خلافت اتنی مدت کریں گے۔ اس حساب سے آپ کی مدت خلافت میں صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں حضرت عمرؓ یہ سنکر خاموش ہو گئے اور غالباً ان کو یہ روایت خلاف عقل معلوم ہوئی

تیسرے دن صبح کی نماز میں فیروز اول صف کے اندر جا کر بیٹھا اور جس وقت حضرت عمرؓ نماز کے لئے امامت کے مصلے پر آگے بڑھے۔ فیروز نے حبشی خنجر سے لگاتار چھ وار کئے دونوں پہلو زخمی ہوئے اور پیٹ میں زیر ناف بہت بڑا زخم لگا۔

حضرت گر پڑے اور فیروز اچھلکر صفوں کو چیرتا ہوا بھاگ گیا۔ مگر بھاگ نہ سکا ایک صحابی نے اس کو پکڑا اور اسی کے خنجر سے اس کو مار ڈالا۔

جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ نے کہا میرا خیال ہے کہ اکیلے فیروز کا یہ کام نہیں ہے اس میں ہرمزان وجبہ بھی شریک معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ایک دن ہرمزان وجبہ اور فیروز کچھ مشورہ کر رہے تھے۔ میں جو ان کے پاس سے گذرا تو وہ چپ ہو گئے اور کھڑے ہو کر جانے لگے اسوقت فیروز کی بغل میں سے یہ خنجر گر پڑا جس سے اس نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا ہے ہرمزان ایک مسلمان غلام تھا جس نے حضرت عباسؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور انہی کا

غلام کہلاتا تھا، اور جبینہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

عبداللہ ابن عمرؓ کو اس خبر سے شک ہوا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ فیروز جبینہ و ہرمزان تینوں آپس میں بڑے دوست تھے اور اکثر مل کر بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے تازہ غم نے ابن عمرؓ کو از خود رفتہ کر دیا اور وہ سیدھے پہلے ہرمزان کے گھر پر گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر سعد ابن ابی وقاص کے دروازے پر پہونچے اور وہاں کے غلام جبینہ کو تہ تیغ کر دیا حضرت سعدؓ کو خبر ہوئی تو وہ گھر سے باہر نکلے اور فرمایا تو نے میرے غلام کو کیوں مارا؟

حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا تجھ سے بھی میرے باپ کے خون کی بو آتی ہے میں تجھکو بھی قتل کروں گا۔

حضرت ابن عمرؓ کے گیسو لمبے لمبے تھے حضرت سعدؓ نے ان کو دوڑ کر پکڑ لیا اور نوکروں کو آواز دی باندھ لو اس دیوانے کو نوکروں نے ابن عمرؓ کو پکڑ کے گھر میں بند کر دیا جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہو گئے تو سب سے پہلا مقدمہ ابن عمرؓ کا پیش ہوا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ابن عمرؓ کو قتل کرنا چاہئے اس نے ہرمزان کو جو بیگناہ مسلمان تھا ناحق مار ڈالا۔ اسلام میں چھوٹے اور بڑے کا یکساں درجہ ہے مقتول غلام تھا تو ہوا کرے مسلمان تو تھا اسکا خون بڑے آدمی کے برابر ہے۔

ایک شخص بولا اگر ابن عمرؓ جیسے شخص کو قتل کر دگے تو دنیا کہیگی خدا کا غضب مسلمانوں پر آگیا وہ اپنے رسول کے نامی گرامی اصحاب کو قتل کئے ڈالتے ہیں۔

تمام بنی ہاشم ایک زبان ہو کر بولے ضرور ابن عمرؓ سے ہرمزان کا قصاص لینا چاہئے اسلام عدل چاہتا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فیصلہ کیا کہ عبداللہ ابن عمرؓ کے عوض خونبہا بیت المال سے ادا کر دیا جائے اور عبداللہ بن عمر کو رہا کر دیا جائے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا یہ کونسا انصاف ہے بیت المال ایک ذاتی مجرم کا خونبہا کیوں برداشت کرے وہ سب مسلمانوں کا مال ہے یہ مقدمہ قومی قصہ نہیں ہے ذاتی ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اچھا بیت المال سے نہیں میں اپنی جیب سے یہ جرمانہ ادا کروں گا۔

اس وقت حضرت علیؓ خاموش ہو گئے اور شہادت حضرت عمرؓ کا قصہ تمام ہوا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا قصہ جیسا غمناک ہے ویسا ہی پیچیدہ ہے ایک ایسا آدمی جو کسی فرقہ کی طرفداری نہ کرنی چاہے جب حضرت عثمانؓ کا واقعہ دیکھیگا تو اس کو بہت مشکل ہوگی۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ دیکھیگا کہ حضرت عثمانؓ رسولخداؐ کے داماد اور بڑے مقرب صحابی تھے اور ان کا ادب اس کے دل میں حد درجہ ہوگا۔ دوسری طرف تاریخی واقعات سے اسکو حضرت عثمانؓ کی چند ایسی بشری ناتوانی کی باتیں نظر آئیں گی جو ان کی شہادت کے اسباب میں معاون ہوئیں ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ واقعات سب کے ایسے اور اپنا ادب نہ چھوڑے۔

میں سنّی ہوں اور مجھے حضرت عثمان رضی کی عزت حرمت لازم ہے۔ اس واسطے ان لوگوں کی پیروی نہیں کر سکتا۔ جو حضرت عثمانؓ کے قتل کو شہادت نہیں کہتے۔

میں تو اپنے رسولؐ کے پیارے دوست حضرت عثمانؓ کے قتل کو شہادت ہی کہونگا انکی خلافت اور اس کے نزاعی واقعات کا فیصلہ میرا اختیار میں نہیں ہے۔ خدا کو معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا تھی تاریخوں اور معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ بہت نرم دل آدمی تھے حدیث میں آیا ہے اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ۔ جنتی بھولے ہوتے ہیں۔ ان میں بھی بھولپن بہت تھا۔

حضرت عمرؓ نے تاکید کر دی تھی کہ خلافت حاصل ہونے کے بعد اپنے خاندان اور قبیلے کی زعامت نہ کرنا۔ مگر حضرت عثمان اس پر عمل نہ کرسکے اُن کو اُن کے قبیلے بنی امیہ کے شریر آدمیوں نے اپنے قبضہ میں کرلیا اور اُن کی خلافت سے خوب فائدے اٹھانے شروع کئے۔ یہ بات دوسرے قبیلوں کے صحابیوں اور ان مستحق لوگوں کو ناگوار ہوئی جنکا حق بنی امیہ کے غیر مستحق لوگوں کے سبب مارا جاتا تھا حضرت عثمانؓ نے صوبوں کی گورنری اور علاقوں کی حکومت بنی امیہ میں مخصوص کردی اور حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ صوبہ داروں اور حکام علاقہ جات کو معزول کرنا شروع کیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے بھانجے عبداللہ ابن سعد بن سرح کو ایک بڑے صوبہ مصر کا گورنر بنا دیا۔ اور یہ وہ مرتد تھا جسکے قتل کا آنحضرتؐ

نے حکم دیا تھا عبداللہ بن سعد بن سرح بڑا مغرور اور مفسد اور بدباطن آدمی تھا یہ بات اصحاب رسول خداؐ کو بہت ہی بری معلوم ہوئی کیونکہ وہ اپنے آقا رسولؐ کے معتوب آدمی کی عزت ایک آنکھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ مروان نامی ایک شخص کو اپنا سکریٹری بنایا تھا مروان بن الحکم بنی امیہ میں بہت ہی خود غرض اور شریر آدمی تھا یہی حضرت عثمان رض کی شہادت کا باعث ہوا اس اسی نے حضرت عثمان رض کو دوسرے صحابہ کی اچھی نصیحتوں پر عمل نہ کرنے دیا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ ایک بڑے نامی صحابی تھے رسولخداؐ سے انکو عشق تھا اور حضرتؐ بھی اُن کے ناز اٹھایا کرتے تھے۔ حدیثوں اور تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر رض بہت کھرے اور منہ پر صاف بات کہنے والے آدمی تھے۔ خدا کے حکم کے بموجب حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے چھوٹا ہو یا بڑا برا کام کرتے دیکھتے تو کھلم کھلا ٹوک دیتے تھے۔

ایک جہاد میں فوج کی سرداری برکت کے خیال سے حضرت ابی ذر رض کے نام کیگئی۔ یہ سنا اور شکل رسولؐ کے پروانے تھے۔ اللہ اللہ کرنے کے سوا لڑائی کی تدبیروں سے انہیں سروکار نہ تھا اس واسطے ان کے ساتھ معاویہ کو کردیا گیا تھا کہ فوج کو لڑائیں تو معاویہ مگر نام افسری میں حضرت ابوذرؓ کا رہے کہ بزرگ کی برکت اور مقرب رسولؐ کی عزت سے فتح نصیب ہو۔

معاویہ حکمرانی اور عیش زندگانی کے عالم تھے ممکن ہے ان میں کچھ وہ کمزوریاں ہوں جو دنیاوی امراء میں عموماً ہوا کرتی ہیں۔ حضرت ابوذر رض نے انکو نصیحت کرنی شروع کی۔ امیر معاویہ کی عزت شام کے ملک میں بہت زیادہ تھی۔ بڑے بڑے جھگڑوں اور مجمعوں میں حضرت ابوذر رض ٹوک دیتے تھے اور دوسرے لوگوں کی نظر میں معاویہ کی خفت ہوتی تھی کہ ایک معمولی سا آدمی اتنے بڑے افسر کو مذہبی مسائل کی نصیحت کرتا ہے مگر معاویہ بے بس تھے فوج کی سرداری ابوذرؓ کے نام تھی مگر معاویہ پر ان کی اطاعت فرض تھی منہ سے کچھ نہ کہتے مگر دل ہی دل میں جز بز ہوتے تھے۔

حضرت ابوذر رض کا یہ عالم تھا کہ معاویہ کی امیری اور ملک شام کی گورنری کا ذرا بھی خیال نہ کرتے تھے جہاں کوئی گناہ کرتے دیکھا اور چیخنے لگے کہ شرم نہیں آتی اسلام کے حکم کو بھول گیا تو بہ کر اب یا نہ جھوٹ۔

ہوتے ہوتے معاویہ عاجز آگئے اور ان کا ناک میں دم ہوگیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضؓ کو ایک عرضی بھیجی کہ یہ ملک شام ہے یہاں میری بڑی عزت ہے ابوذرؓ اس کا خیال نہیں کرتے اور ذرا ذرا سی بات پر مجمع عام میں میری گرفت کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے بجائے اس کے کہ ایک طرف تو ابوذرؓ کو نصیحت دیکھتے کہ عام لوگوں کے سامنے کہا کرو تخلیہ میں سمجھا دیا کرو۔ اور دوسری طرف معاویہ کو سمجھاتے کہ ابوذرؓ کی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے رسولخداؐ کے سامنے بھی ایسا ہی حال تھا وہ دین و مذہب کے خلاف دیکھکر بیتاب ہوجاتا ہے صبر و برداشت نہیں کرسکتا تم ایسا کام ہی کیوں کرو جو ابوذرؓ کو یہ موقع ملے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے ابوذرؓ کو واپس بلانیکا حکم بھیجدیا۔ معاویہ اور شامی امراء اس سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوذرؓ کو اس فیصلے سے ملال ہوا حضرت ابوذرؓ سمجھتے تھے کہ اب بھی رسولؐ خدا کا زمانہ ہے۔ میں دین کی خاطر بگڑونگا تو میری دلداری کی جائیگی مگر یہ نہ جانتے تھے کہ تمہارے ناز اٹھانیوالے تو قبر میں چلے گئے اب کس کے بل پر یہ مزاج کرتے ہو امیر معاویہ نے چاہا کہ حضرت ابوذرؓ کو مدینے واپس جانے کے لئے سواری اور خرچ دیں مگر ابوذرؓ ایسے خفا تھے کہ پیدل چل کھڑے ہوئے اور راستے بھر ایسے کہ پیدل ہی مدینے پہونچے۔

سمجھے ہوں گے حضرت عثمانؓ نے میرے اور رسولخداؐ کے راز و نیاز دیکھے ہیں سامنے جاؤنگا تو ان کو میرے پیدل آنے پر افسوس ہوگا اور وہ مجھ سے عذر کریں گے۔ مگر جب حضرت عثمان رضؓ کے سامنے گئے تو الٹا شکوہ سنا کہ تم نے کیوں معاویہ کے ساتھ ایسا سلوک کیا؟ انکو تاب نہ رہی اور عرض کیا حضرت رسولخداؐ سے سنا ہے کہ ابوذر اکیلا رہیگا اور اکیلا مریگا۔ لہٰذا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں کسی تنہا مقام میں جاکر رہونگا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

اچھا جاؤ اجازت ہے کچھ بکریاں اور خرچ دیکر رخصت کردیا اور یہ بچارے ایک معمولی سی بستی میں جاکر رہنے لگے اور وہیں غربت کی حالت میں رحلت کی۔

اس واقعہ سے رسولؐ کے مقبول صحابہ کو بہت صدمہ ہوا وہ رسولؐ کی محبت کے دیوانے تھے جس سے آنحضرتؐ کو محبت کرتے دیکھا تھا اس کے قدموں میں آنکھیں بچھاتے تھے جب

ابوذرؓ کے ساتھ یہ سرد مہری دیکھی حضرت عثمانؓ سے بگڑ گئے

منا میں چار رکعت نماز رسولِ خدا کا دستور تھا حج کو جاتے تو منا کے مقام میں نماز قصر کر دیتے چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھتے۔ حضرت عثمانؓ حج کو گئے تو آپ نے منا میں اپنا خیمہ نصب کرایا اور وہاں اقامت اختیار کی۔ تو چار رکعت نماز پڑھی اس پر سب اصحاب رسول برہم ہو کر بولے یہ کیا بدعت ہے رسولؐ نے تو یہاں پر چار رکعتیں نہ پڑھیں دو پڑھیں تم چار کیوں پڑھتے ہو؟ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، تو اس قدر تیز ہوئے کہ بھرے مجمع میں کہا:۔

تیرا کیا اقرار تھا خلافت کے وقت کیا تو بھول گیا۔ تو نے عہد کیا تھا کہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ پر عمل کروں گا۔ آج سنتِ پیغمبر سے انحراف کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا خفا کیوں ہوتے ہو؟ حضرت مسافرت کے سبب نماز قصر کیا کرتے تھے میں مقیم ہوں مجھ کو قصر نماز جائز نہیں ہے۔

صحابہؓ کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا اور چند روز کے اندر تمام ملکوں میں دھوم مچ گئی کہ امیر المومنین رسولؐ کی سنّت کے خلاف کام کرتے ہیں۔

عبداللہ بن سبا کا نیا مذہب اسی عام ناراضی کے زمانے میں عبداللہ بن سبا نامی کا فتنہ کھڑا ہوا۔ یہ نومسلم یہودی بہت بڑا عالم اور دانشمند شخص تھا مصر میں اس کی عنیت کے سبب مسلمانوں میں بڑی قدر ہونے لگی۔

اس نے کہا عیسائی لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے۔ اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عیسیٰؑ سے بڑا رتبہ رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ دوبارہ آئیں گے تو آنحضرتؐ بھی دوبارہ تشریف لائیں گے

مسلمانانِ مصر نے اس عقیدہ کو تسلیم کر لیا اور عام طور سے اس خیال کی قبولیت ہو گئی تو عبداللہ نے ایک دوسرا شوشہ چھوڑا اور کہا۔

ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوا کرتا ہے آنحضرتؐ کے وصی حضرت علیؑ ہیں۔ حضرت عثمانؓ کا خلافت

لینا خلاف حق ہے۔ حق تو حضرت علیؑ کا ہے۔

چند روز میں یہ عقیدہ بھی اہلِ مصر نے تسلیم کر لیا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف چرچے ہونے لگے مدینے میں ان قصوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ خود حضرت علیؓ جن کے فدائی یہ نیا عقیدہ لیکر کھڑے ہوئے تھے اس واقعہ سے بالکل ناواقف تھے۔

کوفے کے سات سرکش

کوفے میں سات آدمی تھے جو فتنہ و فساد اور سرکشی میں بہت مشہور تھے کوفے کا حاکم ان سے عاجز آگیا تو حضرت عثمان رضہ کو عرضی لکھی۔ آپ نے حکم بھیجا۔ "شام میں معاویہ کے پاس ان کو بھیجدو"۔

شام میں گئے تو معاویہ بھی ان کی شرارتوں اور خودسری سے عاجز آگئے اور حضرت عثمان رضہ کو عرضی لکھی کہ مجھسے ان بدذاتوں کی اصلاح نہیں ہوسکتی نہ ان میں دنیاوی آدمیت ہے نہ دینی لحاظ۔

حضرت عثمان رضہ نے حمص کے حاکم کو لکھا اور یہ ساتوں حمص بھیجے گئے حمص کا حاکم بڑا مدبر تھا اس نے ان کے غنے ڈھیلے کر دیئے اور چند روز میں ان کی ساری تمکنت خاک میں ملگئی آخر انہوں نے حمص کے حاکم سے اجازت لیکر پھر کوفے کا رخ کیا اور یہاں آکر فساد مچانا شروع کیا۔ ان کو حضرت عثمان رضہ سے سخت عداوت ہوگئی تھی اور بعد کے فتنوں میں انہی ہفت تنا کی شرارتوں کو بڑا دخل تھا۔

رسول خدا کی انگوٹھی

آنحضرتؐ کی ایک خاص انگوٹھی جس میں حضرتؐ کی مہر تھی حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کے پاس رہی اور جب حضرت عثمان رضہ خلیفہ ہوئے تو اُن کو ملی۔

اتفاق کی بات ایکدن حضرت عثمان ایک کنوئیں کے کنارے کھڑے انگلی میں انگوٹھی کو پھرا رہے تھے کہ یکایک انگوٹھی انگلی سے نکلکر کنوئیں میں گر پڑی۔ غل مچگیا کہ آنحضرتؐ کی انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے چھن گئی حضرت عثمان رضہ نے کنواں صاف کرایا۔ اور اس کی تہ مٹی تک کھدوا کر ڈھونڈھ لی۔ مگر ان کی انگوٹھی نہ ملی۔ ہرچند تلاش کیا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ جوشِ نادانی بھڑکنے کا یہ ایک اور سبب نکل آیا مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمان رضہ کی خلافت خدا و رسول کو منظور نہیں ہے اس لئے تو ان کی انگوٹھی غائب ہوگئی۔

عبداللہ ابن سعد بن سرح کی شرارتیں

مصر میں جہاں عبداللہ ابن سبا کے عقائد پھیل رہے تھے۔ اور حضرت علی ؓ کی فدائی حمایتوں کی تعداد بڑھ رہی تھی حکومت عبداللہ ابن سعد ابن سرح کی تھی جسکا حال سن چکے ہو کہ مرتد تھا اور مسلمان اس سے نہایت بیزار تھے انہی دنوں میں ایک مقابلہ پیش آیا۔ اس لڑائی میں عبداللہ بن سعد نے بڑے بڑے نامی اصحاب رسول کی توہین کی۔ اور کہا تم لڑائی کے فن کو کیا جانو۔ تمہیں فن حرب سے کچھ سروکار نہیں صحابہ اس بات سے افروختہ ہو گئے اور انہوں نے کہا۔ ہاں اے مرتد تو ہم سے زیادہ جانتا ہے تیرا قصور نہیں ہے تیرے مقرر کرنے والے عثمان ؓ کی خطا ہے اسی سے ہم سمجھینگے۔

چنانچہ مصر میں عام مشورہ ہوا کہ مدینے چلو اور حضرت عثمان ؓ سے خلافت لیکر حضرت علی ؓ کو دیدو پس ایک بہت بڑی جماعت مصر سے روانہ ہوئی اور یہ خبر عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمان ؓ کو لکھی جب یہ مصری قافلہ مدینے کے قریب آیا تو حضرت عثمان ؓ کے دو جاسوس ان سے ملے اور ان کا راز و ارادہ معلوم کر کے حضرت عثمان ؓ کو خبر دی حضرت عثمان ؓ نے حضرت علی ؓ و حضرت طلحہ ؓ و حضرت زبیر ؓ کو اپنے گھر میں بلایا اور سارا ماجرا بیان کر کے ان کی مدد چاہی کہ یہ فتنہ انگیز مدینے میں گھسنے پائیں حضرت علی ؓ نے کہا۔ حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ نے بیت المال میں بیجا تصرف نہیں کیا تھا جو تم کر رہے ہو۔ تم نے بیشمار روپیہ اپنے رشتہ داروں کو تقسیم کر دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ مسلمانوں کا مال رشتہ داروں کو دینا جائز نہیں ہے تم نے مروان ابن الحکم کو پندرہ ہزار درم دیدیئے اور خالد بن اسید کو پچاس ہزار درم عطا کر دیئے اس کا تمہیں کیا حق تھا۔

حضرت عثمان ؓ نے جواب دیا۔ بیشک میں نے ایسا کیا۔ مگر ان لوگوں کو مفلس اور محتاج جانکر دیا اور بیت المال غربا کی امداد کے لئے قائم ہوا ہے۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا مفلسوں اور محتاجوں کو اتنی بڑی بڑی رقمیں نہیں دیا کرتے اگر یہ لوگ واقعی غریب تھے تو حاجت روائی اور قوت بسر کے قابل دینا مناسب تھا۔ اسطرح خزانہ لٹانے کے کیا معنی حضرت عثمان ؓ نے کہا۔ اچھا یہ روپیہ میں اپنے پاس سے خزانہ میں داخل کر دونگا لیکن حضرت

علیؓ اور سب اصحاب بولے۔ اب ہم تمہارے ساتھ ہیں ہمیں جو شکایت تھی تم اس کے رفع کرنے پر آمادہ ہو۔ تو ہم بھی تمہاری مدد کریں گے تم ہمارے امیر و خلیفہ ہو۔

مصر اور کوفے و بصرے کے مفسد مدینے میں آ گئے تو حضرت عثمانؓ نے مسجد میں جلسہ کیا۔ جسمیں اصحاب اور یہ سب اجنبی جمع ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے تقریر کی کہ یہ لوگ مجھکو معزول کرنے اور فتنہ و فساد کے لئے آئے ہیں اور اپنے دو جاسوسوں کو گواہی میں پیش کیا جنہوں نے گواہی دی کہ بیشک ہم نے ان سے ایسا سنا۔ اس پر حضرت علیؓ اور سب اصحابؓ نے کہا ان پردیسیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ کہ اسلام نے بغاوت و فساد کی یہی سزا مقرر کی ہے۔

جب مصریوں، کوفیوں، بصریوں نے سب اصحاب خصوصاً حضرت علیؓ کو بھی یہ کہتے سنا جن کی خلافت کے لئے انہوں نے اتنا بڑا سفر کیا تھا۔ تو وہ سب نرم بجود ہو گئے کیونکہ ان کو اصحاب رسولؐ کے اس اتفاق سے بڑا خوف پیدا ہو گیا تھا۔

دوسری یورش صحابہ اور حضرت علیؓ کی کوشش سے یہ یورش ٹل گئی۔ مگر حج کا موسم آیا تو فساد چاہنے والے پھر جمع ہو کر آ گئے۔ اب کی یہ ہتھیار بند ہو کر آئے تھے اور ان کی تعداد دو ہزار آدمیوں سے زیادہ تھی۔

اول یہ شہر مدینے کے باہر ٹھہرے اور اپنے چند آدمی حضرت علیؓ و حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس بھیجے یہ حضرات اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے ان مفسدوں نے کہا ہم حضرت عثمانؓ کے اعمال کی پرسش کرنے آئے ہیں یا تو وہ توبہ کریں ورنہ ہم ان کو معزول کر کے جائیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے اب چند صحابہ اور حضرت علیؓ سے مدد چاہی۔ اور ان حضرات نے باہر جا کر بلوائیوں کو نصیحت کی اور سمجھا بجھا کر ان کو مدینے سے نکال دیا جب بات ٹل گئی تو مروان نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ مدینے والوں کو گھمنڈ ہو گیا ہے کہ ہم نے اس فتنے کو دبایا۔ اور ان کی نظر میں آپ کی کوئی وقعت نہیں رہی مناسب ہے کہ ایک تقریر کیجئے اور اس میں اپنی قوت کا اظہار فرمائیے۔

حضرت عثمانؓ نے مسجد میں جلسہ کیا اور ایک گرم تقریر کی جسمیں ان مفسدوں کی برائی تھی۔

اور اپنی سب لے گئی ہی۔ یہ سنکر عمرو بن العاص رضؓ نے کہا عثمان رضؓ توبہ کرے۔

حضرت عثمانؓ بولے۔ تو کون ہوتا ہے جو مجھکو توبہ کا حکم دیتا ہے یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ ہاں عثمانؓ توبہ کر۔ عثمانؓ توبہ کرے کوئی مسلمان حضرت عثمانؓ کو امیرالمؤمنین نہ کہتا تھا سب نام لیکر پکارتے تھے یہ عام جوشِ مخالفت دیکھکر حضرت عثمانؓ رونے لگے اور کہا اے میرے خدا تو ہی میرا وارث ہے۔ میں تیری درگاہ میں توبہ کرتا ہوں یہ کہکر اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ دوسرے دن حضرت علیؑ ان کے پاس گئے اور کہا آپکو یہ کیا ہو گیا ہے؟ ہم بار بار فتنوں کو دباتے ہیں، اور آپ پھر انکو کھڑا کر دیتے ہیں اس تقریر کی آپ کو کیا ضرورت تھی؟ آپ کو توبہ کرنا مناسب تھا کہ میں بشر ہوں بشر سے غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ اگر مجھسے غلطی ہوئی تو معاف کرو آپ مروان کے کہنے پر چلتے ہیں یہ آپ کی آبرو اور جان کھو کر رہیگا۔ ایک طرف آپنے عبداللہ بن سعد مرتد کو آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ دوسری طرف مروان جیسے راندۂ درگاہ رسول کو اپنا نفس ناطقہ بنایا ہے تیسری طرف معاویہ کو مجھ پر شہ دلائی ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ آیندہ میں ایسا نہیں کرنے کا چنانچہ دوسرے دن ایک عام جلسے میں حضرت عثمانؓ نے توبہ کی اور اپنی خطاؤں کا اقرار کیا۔

حضرت عثمانؓ کے اس خطبے سے حضرت علیؑ خوش ہو گئے اور انہوں نے بھی ایک عام جلسہ کر کے سب کو نصیحت کی کہ جب امیرالمؤمنین اپنی غلطیوں کی معذرت کرتے ہیں تو ہم سب کو بھی لازم ہے کہ ان سے درگذر کریں اور ان کی اطاعت فرض جانیں خلقت مطمئن ہو گئی اور ایک جماعت حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ ان کے سامنے اظہارِ اطاعت کرے۔

مروان کو خبر ہوئی تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور کہا یہ علیؑ تو آپ کو بے آبرو کرنا چاہتے ہیں ان کی چال میں آپ آ گئے اور اپنی غلطیوں کا اقرار کر لیا، اب ایک جماعت باغیوں کی باہر کھڑی ہے اور فساد کرنے آئی ہے۔ آپ سے ملنا چاہتی ہے حضرت عثمانؓ نے تحقیق نہ کیا کہ یہ لوگ اصل میں کیوں آئے تھے۔ مروان کے کہنے پر یقین کر کے حکم دیدیا کہ ان کو اندر نہ آنے دو۔

مروان دروازے پر گیا اور نہایت سخت سُست الفاظ ان سے کہے اور ان کو دروازے سے نکال دیا یہ لوگ بہت برہم ہوئے اور حضرت علیؓ سے جاکر کہا آپ تو فرماتے تھے عثمانؓ تائب ہو گئے اور انہوں نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا اور مروان نے گالیاں دلوائیں اور ہم ان کے دروازے سے دھکے دیکر نکلوا دیئے گئے حضرت علیؓ کو بھی غصّہ آیا اور وہ طیش میں بھرے حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور اُن سے کہا۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے جو چاہتا ہے آپ کی مہار اپنی طرف کھینچتا ہے اور آپ اسی کی طرف چلتے ہیں۔ میں نے اتنا سمجھایا کہ مروان آپ کو کنوئیں میں پھینک کر رہیگا مگر آپ ایک نہیں سنتے سمجھے یہ میرا آخری سلام ہے آپ جانیں اور آپکا کام۔ اب میں آپکے گھر پر کبھی قدم نہ رکھونگا۔

حضرت علیؓ یہ کہکر چلے آئے تو حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت نائلہ نے حضرت عثمانؓ کو سمجھایا اور کہا حضرت علیؓ سچ کہتے ہیں۔ آپکو ان کے کہنے پر چلنا چاہئے مروان بڑا خود غرض ہے۔ مروان آپکی کیا مدد کر سکتا ہے اس کو پوچھتا ہی کون ہے حضرت علیؓ کا خلقت پر بڑا اثر ہے۔ اور ان سے آپکو ہر طرح کی مدد مل سکتی ہے حضرت نائلہ کی نصیحت سے حضرت عثمانؓ نے کہہ کر حضرت علیؓ کو اپنے گھر بلایا مگر آپ نے انکار کہلا بھیجا۔ کہ میں تمہارے گھر نہ آنے کا عہد کر چکا ہوں اب نہیں آؤں گا۔ تب حضرت عثمانؓ خود ان کے پاس گئے اور کہا اے ابوالحسن! مجھکو دشمنوں میں اکیلا نہ چھوڑ۔ میں تیرے دامن تلے پناہ لینے آیا ہوں۔

حضرت علیؓ بولے:۔ آپ مروان کے کہنے پر چلتے ہیں آپ کو یہ گوارا نہیں کہ مروان کو اپنے سے الگ کر دیں۔ ایسی حالت میں میرا دخل دینا عبث ہے۔ میں اس معاملے میں اب کچھ نہیں کر سکتا۔ اس پر حضرت عثمانؓ رنجیدہ ہو کر چلے گئے۔

ایک پوشیدہ خط: تقدیر کا وقت قریب آگیا تھا کسی کی کوشش کرنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ ایک اور شگوفہ کھلا جس نے رہا سہا امن بھی کھو دیا جن پردیسی مسلمانوں کو حضرت علیؓ نے سمجھا کر مدینے سے نکالا تھا ان کو حضرت عثمانؓ کا ایک شتر سوار غلام ملا جو مصر جا رہا تھا لوگوں نے اس کی تلاشی لی تو ایک خط حضرت عثمانؓ کی مہر کا اس کے پاس سے نکلا جس میں

تحریر تھا کہ یہ لوگ جب مصر آئیں تو ان کو قتل کر دینا اور ان کو ایسی عبرتناک سزائیں دینا کہ پھر ان کو فتنہ پردازی کی جرأت نہ رہے۔

یہ خط انہی لوگوں کے متعلق تھا جن کو حضرت علیؓ نے مدینے سے نکالا تھا۔ اب کیا تھا۔ آگ پر تیل گرا اور تیل پر آگ پڑی یہ لوگ پھر پلٹے اور حضرت عثمانؓ کا گھر گھیر لیا اور یہ خط انکو دکھایا۔ حضرت عثمانؓ بولے میں نے یہ خط ہرگز نہیں لکھا نہ مجھے اس کی خبر ہے البتہ مہر میری اس پر ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ بڑی غلطی ہے کہ آپ اپنی مہر کی حفاظت نہیں کرتے جو چاہتا ہے اسکو کام میں لے آتا ہے ہم سمجھ گئے کہ یہ کام مروان کا ہے۔ لہٰذا اس کو ہمارے حوالے کیجیے تاکہ ہم اسکو قتل کریں
حضرت عثمانؓ نے مروان کو دینے میں تامل کیا جمعہ کے دن حضرت عثمانؓ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے لوگو! فساد نہ کرو خدا سے ڈرو کہ تم پر رسول خدا ﷺ نے لعنت کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس قسم کے لوگ مدینے میں آکر میری امت میں فساد ڈالیں گے ان کو قتل کر دینا چاہیے ایک صحابی کھڑے ہوئے تاکہ اس حدیث کی تصدیق کریں کہ واقعی آنحضرتؐ نے فرمایا تھا مگر حکیم نامی ایک سردار مدینہ نے ان صحابی کو زبردستی سے بٹھا دیا اور گواہی نہ دینے دی۔ دوسرے صحابی کھڑے ہوئے کہ وہ اس حدیث کی تصدیق کریں انکو بھی خلقت نے نہ بولنے دیا اور حضرت عثمانؓ پر چاروں طرف سے پتھر برسنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنا سر زانو پر رکھ لیا مگر پتھروں کی چوٹوں سے وہ گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ ان کا عصا ان کے ہاتھ سے گر پڑا جسکو ایک شخص نے اٹھا کر توڑ ڈالا اور دو ٹکڑے کر دیے۔ حضرت علیؓ بھی مسجد میں موجود تھے انہوں نے جب یہ حالت دیکھی تو بیٹے فرزند حسنؓ کو حکم دیا کہ جاکر امیر المومنین کی مدد کرو اور ان فسادیوں کو ہٹا دو چنانچہ حضرت حسنؓ نے بمشکل ان فتنہ گروں کو دور کیا اور حضرت عثمانؓ کو لوگ انکے گھر میں لے گئے جب ان کو ہوش آیا اور سنا کہ حضرت علیؓ نے انکی حمایت کی تو انہوں نے قاصد کے ہاتھ بہت بہت شکریہ اور دعائیں کہلا کر بھیجیں۔

ادھر تو یہ تھا ادھر بنی امیہ نے مسجد میں حضرت علیؓ پر یورش کی اور کہا سارا فساد آپ کا ہے آپ ہی کے اشارے سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے ان جاہلوں کو جواب نہ دیا اور آپ

گھر میں خاموش چلے آئے۔

کمک کی طلبی حضرت عثمانؓ نے تمام گورنروں اور سرداران بنی امیہ کے نام خطوط بھجوا رکھے تھے کہ جلدی فوجیں لیکر مدینے آؤ۔ اس واسطے وہ ان مفسدوں سے نرمی کا برتاؤ کرتے رہتے تھے تاکہ فساد اُس وقت تک دبا رہے جب تک کہ کمک آئے۔

ایکدن حضرت عثمانؓ باہر جا رہے تھے۔ اور لوگوں کے ساتھ نرمی سے بات چیت کرتے جاتے تھے کہ ایک جماعت کے پاس سے گذر ہوا۔ آپ نے ان کو سلام کیا سب نے جواب دیا مگر ایک شخص بولا جس کے ہاتھ میں رسی تھی۔ کاش مجھے موقع ملتا کہ میں یہ رسی تیری گردن میں ڈالتا تیرے ہاتھ پاؤں باندھتا اور تجھ سے توبہ کراتا۔ اور تو ان شریر آدمیوں کو جن کے ہاتھ میں تو کٹھ پتلی بنا ہوا ہے الگ کر دیتا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا میرے ساتھ تو رسولخدؐ کے یار و اصحاب رہتے ہیں۔ وہ شخص بولا جی ہاں آپ سچ کہتے ہیں وہ یار و اصحاب مروان ہونگے معاویہ ہونگے عبداللہ بن سعد بن سرح ہونگے ولید بن عقبہ ہونگے جو رسولخدا کے بڑے دوست تھے اس طعن کا حضرت عثمانؓ نے جواب نہ دیا چپ چاپ چلے گئے البتہ یہ کہا ٹھیر جاؤ فوج آجائے تو بتا دوں گا۔

مفسدوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور دانہ پانی بند کر دیا تو حضرت عثمانؓ نے اس کی فریاد حضرت علیؓ سے کہلا بھیجی۔ حضرت علیؓ نے فسادیوں کو کہلا بھیجا کہ یہ کام بہت برا ہے تم دانہ پانی بند نہ کرو۔ تم نے یہ جھگڑا کیوں برپا کیا ہے۔ جاؤ اپنے گھروں کو جاؤ اور اس کے بعد خود حضرت عثمانؓ کے گھر تشریف لائے اور دانہ پانی بھجوایا۔

حضرت علیؓ جب حضرت عثمانؓ کے سامنے گئے تو حضرت عثمانؓ نے سارا قصہ بیان کیا حضرت علیؓ نے فرمایا یہ خط کیسا ہے جو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کر فرمایا مجھے اس کی بالکل خبر نہیں۔ مروان نے گفتگو میں دخل دینا چاہا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اس کو جھڑکا اور فرمایا خاموش یہ ساری آفت تیری بدولت آئی ہے۔ مروان چپکا ہو کر گھر سے نکل گیا۔

پھر حضرت علیؓ نے مفسدوں کے چار سرغناؤں کو اندر بلایا انہوں نے آکر کہا: ہم مصر کے حاکم عبداللہ بن سعد کے ظلم سے نالاں ہو کر آئے ہیں۔ ہم کو بتایا گیا کہ حضرت عثمانؓ نے توبہ کر لی ہے مگر یہاں اس کے عوض یہ خط لکھا گیا جس میں ہم کو قتل و غارت کرنے کا اپنے گورنر کو حکم دیا ہے حضرت عثمانؓ نے پھر قسم کھائی کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا تو وہ سب بولے اچھا تو آپ اب یہ کام نہیں ہو سکتا جب آپ اپنی مہر تک کی حفاظت نہیں کر سکتے تو خلافت کیا خاک کریں گے بہتر ہے کہ عہدہ سے دستبردار ہو جاؤ۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہ منصب مجھکو خدا نے دیا ہے میں ہرگز اس کو نہ چھوڑونگا۔

حضرت علیؓ نے رنگ بگڑا دیکھا تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ابھی وقت خونریزی نہ ہونے لگے تو مجھ پر تہمت لگائی جائیگی کہ میں نے یہ کرایا۔ اس واسطے وہاں سے اٹھکر تشریف لے آئے۔

جامع القرآن تلوار کی دھار پر آخر محاصرہ اٹھارہ دن رہا بعض کہتے ہیں ۴۵ دن محاصرہ میں گئے جب حضرت عثمانؓ کو مایوسی ہوگئی تو مروان کے ایک غلام نے مفسدوں کے ایک تیر مارا جس سے ایک مصری مسلمان مارا گیا۔ پھر کیا تھا مفسد بھی حملہ آور ہوئے اور لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ مروان نے گھر کے اندر صف بندی کی اور مقابلہ کیلئے تیار ہو کر کھڑا ہوا حضرت علیؓ کو خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت حسنؓ اپنے صاحبزادہ کو بھیجا کہ حضرت عثمانؓ کی مدد کرو خواہ مارے جاؤ۔ حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ نے بھی اپنے فرزندوں کو حضرت عثمانؓ کے لئے روانہ کیا اور ان لوگوں نے بہت کوشش کی کہ مفسد حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل نہ ہوں۔ مگر فسادی آن در کے اندر گھس گئے اور وہاں مروان اور حضرت عثمانؓ کے غلاموں سے خوب تلوار چلی مروان کٹ کر گر پڑا۔ لوگوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا مگر وہ زندہ تھا اور بعد میں علاج سے اچھا ہو گیا۔

غلاموں اور دربانوں کو قتل کر کے لوگ حضرت عثمانؓ کے خاص حجرے میں داخل ہوئے حضرت محمد ابن ابی بکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا اے عفان کے بیٹے اب تجھکو مرتد عبداللہ بن سعد مدد نہیں دے سکیگا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے محمد! اگر تیرا باپ ابوبکرؓ یہ حال دیکھتا تو کبھی پسند نہ کرتا کہ تو میری

داڑھی پکڑے محمد بن ابی بکرؓ نے ڈاڑھی چھوڑ دی اور گھر سے باہر نکل گئے۔ مگر مصر کا ایک شخص کنانہ نامی اندر آیا اور چاہا کہ حضرت عثمانؓ کے چھری مارے کہ چند لوگ بولے۔ نہ مارو نہ مارو ہمیں ان کے خون کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ اور حضرت عثمانؓ سے خطاب کر کے کہا۔ اب بھی موقع ہے کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا "کس کی طاقت ہے کہ خدا کی دی ہوئی چیز مجھ سے لے" یہ لوگ تو جواب سنکر باہر آگئے مگر کنانہ نے حضرت عثمانؓ کے کان کی جڑ میں چھری ماری۔ حضرت عثمانؓ اس وقت قرآن پڑھ رہے تھے خون کا فوارہ ابلا تو بوندیں اس آیت پر پڑیں۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ اس زخم کے لگنے سے حضرت عثمانؓ گر پڑے اور قتیرہ اور سودان نے اندر آ کر حضرت کا مارنے تلواروں کے کام تمام کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب پہلی تلوار پڑی اور حضرت عثمانؓ کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ تو آپ نے فرمایا یہ وہ ہاتھ ہیں جس سے میں نے قرآن لکھا تھا۔

ایک شخص نے حضرت نائلہ زوجہ حضرت عثمانؓ کی چادر کھینچی۔ انہوں نے اپنا زیور اتار کر اس کو دیا اور فرمایا مجھ کو بے حرمت کر اور یہ زیور لے لے۔

بعض کہتے ہیں حضرت نائلہؓ نے اپنے خاوند کی حمایت کی۔ ڈھال بنکر حضرت عثمان رضؓ پر گر پڑیں یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ حضرت نائلہ کوٹھے پر چڑھیں اور پکارا لوگو! تمہارے امیر المومنین قتل ہو گئے۔

منظر قتل! رسول خداؐ کے تیسرے جانشین کا یہ گھر ہے۔ جہاں دونوں جہان کے ہادی کی دو صاحبزادیاں صاحب خانہ بنکر آئی تھیں۔ یہ جھونپڑا اس خلیفہ کا ہے جو روم و ایران و عراق و مصر و ہندوستان تک حکمرانی کرتا تھا۔ اس چھوٹے سے مکان میں دنیا کے بڑے بڑے تاجداروں کی قسمت کے فیصلے ہوتے تھے۔

یہ عثمان بن عفان کی زخموں سے چور لاش ہے یہ رسول خدا کے داماد کا جنازہ ہے۔ یہاں قرآن کا جمع کرنے والا اجیا و ایمان کا پتلا ستم کی تلواروں سے کٹ کر گرا ہے دیکھنا کیسی حسرت برستی ہے

خون میں لتھڑی ہوئی صورت زبان حال سے کچھ کہتی ہے۔

ستم گردوں کا دل بوڑھے امیر المومنین کو قتل کرکے ٹھنڈا نہ ہوا ایک شخص ہانی نام کو حضرت عثمان رضؓ نے کسی جرم میں قید کی سزا دی تھی۔ ہانی جیل ہی میں مر گیا آج ہانی کے بیٹے کو بدلہ لینے کی سوجھی قتل خانے میں آیا اور امیر المومنین کی لاش کے پاؤں پکڑے اور ایک گرز سے میت کی پسلیوں کو مار مار کر توڑ ڈالا۔ کہا جاتا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے اب کے کے عوض میرا باپ کی مار ڈالا تھا۔

حضرت عثمان رضؓ کی شہادت مشہور ہوئی تو حضرت علیؓ اور تمام صحابہ دوڑتے ہوئے مقتل میں آئے حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادوں حسنؓ و حسینؓ کو خطاب کرکے فرمایا میں نے تم کو مامور کیا تھا کہ امیر المومنین کی حفاظت کرنا اور تم نے ان کو قتل ہونے دیا خود بند ہوگئے اور اپنے بیٹے کو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کے ایک طمانچہ بھی مارا اگرچہ حسنین مجبور تھے وہ لڑے اور زخمی ہوئے انہیں کیا خبر تھی کہ دشمن مکان کی پشت پر سے دیوار پھاند کر اندر گھس جائیں گے اور امیر المومنین کو قتل کر دینگے۔

دل لرزنے کی بات ہے امیر المومنین جانشین رسولؐ کا جنازہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا۔ آخر حضرت علیؓ کی کوشش سے چار آدمیوں نے حضرت عثمان رضؓ کا جنازہ اٹھایا اور قبرستان لے چلے۔ عبرت کا مقام ہے جو خلیفہ دنیا کے بڑے حصہ کا مالک ہو اسکی میت کے ساتھ چار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور اس پر بھی بلوائیوں کا یہ حال تھا کہ جنازے پر پتھر مارتے تھے اور چاہتے تھے جنازہ اٹھانے والے بھاگ جائیں۔

یہودیوں کے قبرستان میں جب حضرت عثمان رضؓ کو جنت البقیع میں لیگئے تو بلوائیوں نے سخت یورش کی اور کہا کہ ہم مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن نہ ہونے دینگے آخر مجبور ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جو بقیع کی برابر تھا اس حامی اسلام اور مسلمان خلیفہ کو دفن کیا گیا

حضرت علیؓ کی شہادت

کوفے کی مسجد میں تین انار کسٹ حضرت عثمان رضؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے جنکی خلافت کا کچھ ذکر اوپر آچکا اور کچھ آئندہ آئیگا یہاں صرف شہادت کا قصہ لکھا جاتا ہے

کوفے کی مسجد میں تین خارجی بیٹھے تھے۔ ایک کا نام عبدالرحمن ابن ملجم تھا۔ دوسرے کا مبارک ابن عبداللہ۔ تیسرے کا عمرو ابن ابی بکر۔

یہ تینوں خارجی تھے اور ان کو ہر امام سے دشمنی تھی اور کہتے تھے کہ اب دنیا میں کوئی خلیفہ نہیں رہا ہے۔ حکومت خدا کے اختیار میں ہے۔ خلافتوں کے جھگڑے میں ہزاروں مسلمان مر چکے ہیں اور اب تک خونریزی جاری ہے ختم نہیں ہوتی۔ سارا فساد حضرت علیؓ، معاویہؓ اور عمرو بن العاص کا ہے۔ اگر یہ تینوں قتل ہو جائیں تو امن ہو جائیگا اور مسلمان اپنی پسند کے شخص کو اپنا امام بنالیں گے۔ لہذا ہم تینوں کو اپنی جانیں خدا کے راستے میں قربان کرنی چاہئیں اور ان تینوں کا قصہ پاک کرکے مسلمانوں کو خونریزی سے نجات دلوانی چاہیئے۔

چنانچہ مسجد میں تینوں نے عہد کیا اور ہر ایک نے ایک ایک شخص کا قتل اپنے ذمہ لیا۔ عبدالرحمن ابن ملجم نے کہا میں حضرت علیؓ کو قتل کروں گا۔ مبارک ابن عبداللہ نے کہا میں معاویہؓ کو ہلاک کروں گا۔ عمرو بن ابی بکر تیمی نے عمرو بن العاص کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا۔ اور یہ طے کیا کہ ایک ہی دن تینوں اپنا کام کریں اور اس کے لئے رمضان کا مہینہ تجویز ہوا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس ماہ میں نمازیوں کی کثرت ہوگی اور ہم کو ہجوم میں سے بھاگ جانے کا موقع مل جائیگا۔

چنانچہ سترہ رمضان جمعہ کی پہلی صبح صادق کا وقت طے پایا۔ عبدالرحمن ابن ملجم تو کوفہ میں ٹھہر گیا اور مبارک ابن عبداللہ معاویہؓ کے قتل کیلئے دمشق گیا۔ اور عمرو بن ابی بکر تیمی عمرو بن العاص کی ہلاکت کے واسطے مصر روانہ ہوا۔

جب سترہ رمضان آئی تو مبارک بن عبداللہ دمشق کی مسجد میں گیا اور معاویہ کی آمد کا انتظار کرنے لگا جس وقت معاویہ آئے سب نمازی تعظیم کو کھڑے ہوگئے۔ مبارک بھی کھڑا ہوا اور ایک کر ایک ہاتھ تلوار کا معاویہ کے مارا مگر معاویہ آگے بڑھ چکے تھے ہاتھ اوچھا پڑا۔ کندھے کا گوشت معہ ہڈی کے کٹ گیا اور معاویہ گر پڑے۔

لوگوں نے مبارک کو پکڑ لیا اور معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ پوچھا گیا تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم اور

کس کے اشارہ سے اتنی بڑی جرأت کی؟ بولا ہم تین آدمیوں نے باہم عہد کیا آج اسی وقت علی اور عمرو بن العاص بھی قتل ہوئے ہوں گے۔ افسوس کہ تو بچ گیا اور میرا کام پورا نہ ہو سکا معاویہ نے اس کو قتل کرادیا اور اپنے زخم کا علاج شروع کرایا چونکہ ان تینوں اناڑیوں کی تلوار زہر سے بجھی ہوئی تھی اس واسطے معاویہ کو بہت مشکل سے آرام ہوا مگر اس دن سے معاویہ نے ایک مقام اپنی نماز کے واسطے ایسا بنوایا جس کے اندر دشمن کے حملے سے حفاظت رہے۔

مصر میں یہ گذری کہ اس دن عمرو ابن العاص کے تولنج کا درد تھا اور وہ مسجد میں نہ آئے تھے۔ انہوں نے خارجہ نامی ایک شخص کو اپنی جگہ نماز کے لئے بھیجا تھا عمرو ابن ابی بکر نے خارجہ کو عمرو ابن العاص سمجھا اور ایک ہی ہاتھ میں اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ پکڑا گیا تو یہ حال کھلا۔ عمرو ابن العاص نے بھی عمرو بن ابی بکر کو قصاص میں مروا ڈالا۔

یہاں کوفے میں عبدالرحمن ابن ملجم خارجیوں کے محلہ بنی کندہ میں تھا اور اسکو ایک خارجی عورت قطام سے محبت تھی۔ قطام نے مقرر کیا تھا جو شخص تین ہزار درم ایک لونڈی ایک غلام اور حضرت علیؓ کا سر کاٹ کر لائیگا میں اس سے نکاح کروں گی۔

ابن ملجم نے قطام سے کہا میں علیؓ کا سر کاٹ لاؤں گا۔ مگر مجھے اس معاملہ میں مددگار کی ضرورت ہے۔ قطام بولی:-

میں تجھ کو مددگار دوں گی۔ ایک شخص وردان ہے جو مدت سے حضرت علیؓ کے قتل کرنے کی فکر میں ہے۔ مگر اس کو بھی اب تک کوئی دوسرا آدمی نہیں ملا۔

چنانچہ قطام وردان کے پاس گئی اور اس کو لاکر ابن ملجم سے ملایا۔ دونوں نے قتل علیؓ کا باہم عہد باندھا تیسرا شبیب نامی بھی ان کا شریک ہو گیا۔

آخر ۱۷ رمضان آگئی اور صبح اندھیرے سے یہ تینوں مسجد میں پہنچے اور قرار دیا کہ اگر ایک کا وار اوچھا پڑے تو دوسرا بڑھ کر حملہ کرے یا اگر ایک آدمی کو لوگ پکڑنے کو دوڑیں تو تیسرا فرصت پاکر کام تمام کر دے۔

حضرت علیؑ جونہی داخل مسجد ہوئے شبیب نے حملہ کیا اور اس کا وار خالی گیا۔ دوسری طرف سے ابن ملجم نے حضرت علیؓ کے سر پر تلوار ماری۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ پکڑو لوگ دوڑے اور ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ مگر وردان اور شبیب بھاگ گئے۔

تلوار چونکہ زہر آلود تھی اور زخم بھی کاری لگا تھا حضرت علیؓ کی زیست کی امید نہ رہی اور لوگ ان کو گھر میں لیگئے۔ مگر حضرت علیؓ نے اس حالت میں بھی نماز کے انتظام کا خیال رکھا اور فرمایا جماعت ناغہ نہ ہو۔ جعدہ ابن ہبیرہ جائیں اور جماعت کی امامت کریں اس کے بعد اپنے صاحبزادے سے فرمایا اے حسنؑ جبتک میں زندہ ہوں میرے قاتل کو زندہ رکھیو میرے بعد اسے قتل کروالیو۔

حضرت ام کلثوم دختر علیؑ حضرت امام حسنؑ کے پاس روتی ہوئی آئیں تو دیکھا ابن ملجم بیٹھا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے ملعون! امیرالمومنین علیؑ آج کے دن تجھسے بہتر ہیں یا تو بہتر ہے؟ بولا اگر بہتر نہ ہوتے تو تم کیوں روتیں یہ تلوار جس سے میں نے ان کو قتل کیا ایک ہزار درم کو خریدی تھی اور ایک ہزار درم زہر میں بجھانے والے کو دیئے تب اس نے اتنا بڑا کام کیا۔

لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہم آپ کے بعد حضرت حسنؓ سے بیعت کرینگے آپنے فرمایا اس کام کو خود ہی سمجھ لینا۔ میں اس وقت کسی اور کام میں مشغول ہوں مجھکو ادہر متوجہ نہ کرو نہ میں اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں یہ کہکر حضرت علیؓ نے رحلت فرمائی اور دنیا سے ایک سب سے بڑا عالم سب سے بڑا فلاسفر سب سے بڑا بہادر سب سے بڑا مدبر سب سے بڑا خدا پرست مرتبہ شہادت حاصل کرکے چل بسا

حضرت امام حسن نے ابن ملجم کو سامنے بلایا اور قتل کا حکم دیا ابن ملجم بولا مجھکو قتل نہ کیجئے میں آپ کے بہت کام آؤنگا۔ حضرت امام حسن نے اس کے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کی اور اسکو قتل کرا دیا

حضرت امام حسنؑ کی شہادت

پہلے شہید حضرت امام حسنؑ تھے امیرالمومنین سیدنا حضرت علیؓ کے بڑے فرزند تھے، اور حضرت علیؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے ان سے بیعت کی لیکن حضرت حسنؑ کو دنیا کے جھگڑوں سے

بہت نفرت تھی اور آپ نہ چاہتے تھے کہ میرے سبب مسلمانوں میں خونریزی ہو۔
حضرت حسنؓ جب دس سال کے تھے تو ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا یہ میرا یہ فرزند مسلمانوں کے دو فریقوں میں صلح اور صفائی کا باعث ہوگا۔

چنانچہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ حضرت حسنؓ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے جنگ چاہتے ہیں اور ان کو مجبور کرتے ہیں کہ معاویہؓ سے لڑو اس واسطے حضرت حسنؓ نے ارادہ کیا کہ میں خلافت ہی چھوڑے دیتا ہوں اور ایک قاصد معاویہ کے پاس بھیجا کہ اگر تم حج کعبہ کا کرایہ اور متفرقات کا خرچ دینا منظور کرو اور میرے والد حضرت علیؓ پر لعنت کرنا چھوڑ دو (کیونکہ معاویہ اور ان کے ساتھی جلسوں اور جمعہ کے خطبوں میں حضرت علیؓ پر لعنت کیا کرتے تھے) تو میں تمہاری بیعت کرونگا
معاویہؓ نے جواب دیا کہ میں آپ کے سامنے حضرت علیؓ کی بے حرمتی نہ ہونے دونگا۔ اس سے زیادہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ حضرت حسنؓ نے شرطیں مانے کو معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔
عمرو بن العاصؓ نے معاویہ سے کہا یہ موقع ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے مدینے جانے سے پہلے کر لیجئے ان کی عام تقریر ہو جائے جس میں خلافت کی تائید ہو۔
معاویہؓ نے کہا۔ حسنؓ کی تقریر سے کیا فائدہ ہوگا۔ ان کو تقریر کرنی نہیں آتی۔ لوگ خود ہی جانتے ہیں کہ حسنؓ امامت اور خلافت کی لیاقت نہیں رکھتے۔
مگر معاویہ نے عمرو بن العاص کے اصرار کو آخر قبول کر لیا جمعہ کے دن جب معاویہ خطبہ کے بعد منبر سے نیچے اتر آئے تو حضرت حسنؓ سے کہا اب آپ کچھ فرمایئے۔ حضرت حسنؓ منبر پر گئے اور یہ تقریر کی:۔
"دنیا ہیچ ہے اور ہر چیز کی اجل مقرر ہے۔ اے لوگو اب تم کو ایسی خلافت سے سابقہ پڑنے والا ہے جو اہل اور حقدار لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے قرآن شریف میں خدا فرماتا ہے:۔ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ترجمہ:۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید یہ تمہارے واسطے فتنہ ہو اور چند دن کی بہار۔

معاویہؓ گھبرائے اور اُنہوں نے پکارا حسنؓ بس کرو تقریر ہو چکی۔ حسنؓ منبر سے نیچے آگئے تو معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا۔ لو سن لیا یہ ہے اُس شخص کی تقریر جس کو بولنا نہیں آتا۔ بولنا آتا تو خبر نہیں کیا غضب ڈھاتے۔

حضرت حسن مدینے میں آگئے اور خاموشی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر معاویہ کو کھٹکا رہا کہ ایک نہ ایک دن حسنؓ کی طرف سے فساد اٹھیگا اس وقت انہوں نے حضرت حسنؓ کی کی بیوی اسماء بنت الاشعث اور بعض کہتے ہیں جعدہ بنت محمد الاشعث سے سازش کی اور چاہا کہ وہ حضرت حسنؓ کو زہر دے دے اس کے عوض معاویہ کے بیٹے یزید سے اس کی شادی کر دیجائیگی اور انعام واکرام الگ رہے۔

بے عقل عورت کہنے میں آگئی اور اس نے معاویہ کا بھیجا ہوا زہر حضرت امام حسنؓ کو شربت میں پلا دیا جس کے اثر سے حضرت حسنؓ نے شہادت پائی اور اسلام کے قرنِ اول کی چھٹی شہادت کا ظہور دنیا نے دیکھ لیا۔

جب یہ عورت معاویہ کے پاس انعام لینے گئی تو معاویہ نے یہ کہکر اس کو قتل کرا دیا کہ جب تو پیغمبر خدا کے نواسے جیسے شوہر کی نہ ہوئی اور ان کی ہلاکت پر آمادہ ہو گئی تو اور کوئی تجھ سے کیا توقع رکھے (اس واقعہ پر مفصل بحث یزید نامہ میں ہے۔)

صفین اور جمل محرم نامہ میں صرف واقعہ کربلا کا ذکر کافی نہ تھا جب تک جھگڑے کی اصل بنیاد نہ معلوم ہو۔ کربلا کی لڑائی اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا بڑا ستم مسلمانوں نے اپنے رسول زادوں پر کیونکر جائز رکھا؟ اس واسطے میں نے شروع سے ہر بات کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ خلافت کے سب واقعات بھی بتا دیئے اور ان میں جسقدر باتیں ایسی تھیں جن کا تعلق کربلا کی جنگ سے تھا ان کو بھی آزادی سے لکھتا چلا جاتا ہوں۔

جنگ جمل اور صفین بھی دو مشہور لڑائیاں ہیں جن میں مسلمان آپس میں لڑے اور بڑے

نامور صحابہ جن کے جنتی ہونیکی رسولخداؐ نے بشارت دی تھی ان میں شہید ہوئے ان لڑائیوں کو بھی کربلا کی جنگ کا مقدمہ کہنا چاہیئے۔ اس واسطے بیں ان کا حال تفصیل سے لکھتا ہوں یہ تو آپ پڑھا ہوگا کہ بنی ہاشم بنی امیہؓ سے بیزار تھے۔ اور بنی امیہ بنی ہاشم سے عناد رکھتے تھے اور یہ دشمنی خاندانی تھی۔

یہ بات انصاف سے تسلیم کرنے کی ہے کہ بنی امیہ میں بڑے بڑے لائق لوگ ہوئے ہیں اور انہوں نے دین اسلام کی بہت سی خدمتیں انجام دی تھیں۔

بنی اُمیہ میں عقل اور ملکی توڑ جوڑ بہت تھے اور جس کو آج کل کی زبان میں پالٹیکس اور ڈپلومیسی کہتے ہیں۔ بنی اُمیہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اور وہ برسوں پہلے کی بات سوچتے تھے اور تدبیریں مصروف ہوجاتے تھے وہ لڑائی میں ہر مکر و حیلے کو کام میں لاتے تھے اور اس سے ان کو کامیابی ہوتی تھی اپنے راستوں کے کانٹوں کو پہلے صاف کرتے تھے پھر قدم بڑھاتے تھے۔ غرض ان میں دنیا کی سمجھ خوب تھی۔

ادھر بنی ہاشم کا یہ عالم تھا کہ ہر کام میں خدا پر بھروسہ کرتے تھے اپنے حق کیلئے لڑتے تھے مگر تدبیر سیاست اور ڈپلومیسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کو خاندان رسولؐ میں ہونے کا بڑا فخر تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ اُمت ہمارے نسب کے سبب ہمارا خیال کریگی۔ ہم کو جوڑ توڑ کی ضرورت نہیں۔

حق یہ ہے کہ قوم میں ان کی آبرو تھی بھی بہت خلقت ان سے دلی محبت رکھتی تھی اور بنی امیہ کی چالاکیوں سے ناراض تھی۔ مگر دنیا میں عقائد اعمال کے ماتحت ہوا کرتے ہیں لوگ بنی امیہ کی حکمت عملیوں کو سمجھتے تھے اور بنی ہاشم کا فروغ چاہتے تھے مگر بنی امیہ کی زبردست تدبیروں کے آگے ان کا بس نہ چلتا تھا یہ تدبیریں ان کو بنی ہاشم سے جدا کر دیتی تھیں اور وہ مجبوراً بنی امیہ کے ساتھ ہوجاتے تھے۔

تاریخ پڑھنے والے خوب جانتے ہیں اور بنی امیہ کے دل بھی مانتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے

قتل میں حضرت علیؑ یا بنی ہاشم کا کچھ بھی دخل نہ تھا اور حضرت علیؑ نے اپنی طاقت کے موافق کوئی کمی فتنہ دبانے اور حضرت عثمانؓ کے بچانے میں نہیں کی۔ اس پر بھی بنی امیہ نے مشہور کیا کہ حضرت عثمان رضؓ حضرت علیؑ کے اشارے سے قتل ہوئے۔ اس واسطے ان سے انتقام لینا چاہئے۔

چنانچہ شام میں معاویہ نے یہ دستور مقرر کیا تھا کہ ہر جمعہ کو مسجد میں حضرت عثمانؓ کا خون بھرا کرتہ دکھایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ تمہارے بیگناہ خلیفہ کو علیؑ نے اپنی خلافت کے لیے مار ڈالا۔ ہر جمعہ کو ہزارہا مسلمان یہ کرتا دیکھ کر اور یہ بیان سنکر زار و قطار روتے تھے اور ان کے دلمیں حضرت علیؑ سے بدلہ لینے کا جوش پیدا ہوتا تھا۔ اور روز بروز کے یاد دلانے سے اسمیں ترقی ہوتی تھی اس میں تدبیر یہ تھی کہ معاویہ عوام کو حضرت علیؑ کے خلاف بھڑکا کر اپنی خلافت قائم کرنی چاہتے تھے جس میں آخر کار انہیں کامیابی ہوئی

جنگ جمل

ادھر شام میں یہ ہو رہا تھا ادھر مدینے کی سمت حضرت عائشہ رضؓ حج کو تشریف لے گئی تھیں ان کے پیچھے حضرت عثمانؓ کی شہادت ہو گئی حضرت عائشہؓ نے جاتے وقت حضرت عثمان رضؓ سے کہہ گئی تھیں کہ تم کو خلقت کی خواہش کے مطابق توبہ کر کے خلافت سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔

جب وہ حج سے واپس آئیں تو مدینے کے قریب ان کو حضرت علیؑ کے چند مخالف ملے اور انہوں نے خوب رنگ آمیزی سے حضرت عثمان رضؓ کا واقعہ قتل سنایا۔ حضرت عائشہؓ کو معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضؓ سے آنحضرتؐ کس درجہ محبت رکھتے تھے اور ان کے کیسے کیسے مناقب حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔

جب انہوں نے ان کی ایسی دردناک بیکسی اور غمناک موت کا حال سنا تو وہ بیتاب ہو گئیں زار و قطار روئیں اور ان کو اندیشہ ہوا کہ مدینے میں حضرت علیؑ کی حکومت سے بھی ان کو تکلیف ہوتی اور ممکن ہے کہ کوئی خطرہ پیش آئے کیونکہ ان کو حضرت علیؑ سے ایک شکایت تھی جسکی بنا پر

شبہ ہوتا تھا کہ شاید حضرت علیؓ بھی ان سے صاف نہ ہوں گے۔
اور وہ شکایت یہ تھی کہ ایکدفعہ حضرت عائشہؓ سے حضرت رسولخدا کچھ کبیدہ تھے تو حضرت علیؓ نے مشورہ دیا تھا کہ آپ کے لئے عائشہؓ سے اچھی عورتیں موجود ہیں آپ رنج کیوں کرتے ہیں عائشہؓ کو طلاق دیدیجئے لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت عائشہؓ کی برئت کی اور ان کو پاکدامن و بیگناہ ثابت کیا جس سے آنحضرتؐ کا دل تو اُن سے صاف ہوگیا مگر حضرت عائشہؓ کو حضرت علیؓ سے رنجش ہوگئی کہ انہوں نے میرے چھوڑنے کا مشورہ کیوں دیا۔
یہی وجہ ہے کہ ان کو مدینے آنے میں تامل ہوا۔ اور وہ پھر مکہ واپس چلی گئیں۔
حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت تو کرلی تھی مگر وہ بھی لوگوں کے بہکانے سکھانے کے سبب حضرت علیؓ سے برگشتہ ہو بیٹھے تھے۔
اب جب سنا کہ حضرت عائشہؓ مکے چلی گئیں اور حضرت عثمانؓ کے انتقام کی تیاریاں کر رہی ہیں تو ان دونوں نے بھی حضرت علیؓ سے مکے جانے کی اجازت طلب کی حضرت علیؓ کو ان واقعات کی خبر نہ تھی آپنے انکو رخصت دیدی یہ دونوں حضرت عائشہؓ کے پاس مکے چلے گئے مروان بن الحکم بھی باوجود زخمی ہونے کے تمام بنی امیہ کو لے کر مکے چلا گیا اور حضرت عائشہؓ کے سامنے قتل عثمانؓ کے ایسے پُر درد سین کھینچے کہ وہ لڑائی پر آمادہ ہوگئیں۔
مروان نے زمین آسمان کے قلابے ملاکر اس بھولی سیدہ کو یقین دلایا کہ حضرت علیؓ ہی شہادت عثمانؓ کے باعث تھے۔
مکے کے حاکم عبداللہ ابن الحضرمی کو معلوم ہوا کہ آقائے نامدار محمد رسول اللہؐ کی محبوب زوجہ ام المومنین عائشہؓ حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتی ہیں تو وہ در دولت پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ فدوی بھی اپنی مالکہ کے قدموں کیساتھ تلوار اٹھا کر حاضر ہے۔
چنانچہ مکے والوں نے عبداللہ ابن الحضرمی کے ہاتھ پر عہد کیا کہ حضرت علیؓ سے لڑینگے مکے میں یہ سامان ہو رہے تھے اور حضرت علیؓ کو کچھ خبر نہ تھی۔ آپکو صرف معاویہ کے منصوبے

کی اطلاع ہوئی تھی اور اس کے انتظام کیلئے آپ نے لشکر تیار کیا تھا اتنے میں خبر آئی کہ مکہ میں حضرت عائشہ رضہ اور حضرت حفصہ بنت عمر فاروق و زوجہ رسولخدا نے لڑائی کا سامان کیا ہے۔ اور حضرت طلحہ رضہ اور حضرت زبیر بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں تو حضرت علی کو بہت فکر ہوا اور انہوں نے مدینے کے لوگوں کو جمع کر کے سارا حال بیان کیا اور فرمایا:۔

اب ہم کو پہلے اس فتنے کا تدارک کرنا چاہئے۔ معاویہ کے معاملے سے یہ قصہ بڑھا ہوا ہے، اہل مدینہ نے جب یہ سنا کہ مقابلہ حضرت عائشہ حضرت حفصہ رضہ اور حضرت طلحہ رضہ و زبیر سے ہے تو وہ سب دم بخود ہو گئے اور کسی نے ایسے مقدس پاک لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی حامی نہ بھری تین دن ہو گئے حضرت علی رضہ تقریریں کرتے تھے اور فرماتے تھے تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے تم نے وفاداری کا عہد کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں بے قصور ہوں اور میرا قتل عثمان میں مطلق دخل نہ تھا۔ پھر تم کیوں بے وفائی کرتے ہو اور مجھکو اس یورش سے نہیں بچاتے جو دشمنوں نے جھوٹ موٹ کھڑی کی ہے اور حضرت عائشہ رضہ اور حضرت حفصہ رضہ کو فریب دیکر میرے خلاف ابھارا ہے۔ تین دن تک لوگوں نے سنا۔ اور کسی نے ساتھ دینے کا اقرار نہ کیا آخر کار دن ایک شخص زیاد بن طلحہ رضہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا:۔

میں حاضر ہوں اے امیر المومنین تیرے پسینہ پر اپنا خون بہاؤں گا اور جہاں تو لے چلے گا چلوں گا۔ تو برحق ہے اور تیری اطاعت بموجب حکم خدا اور رسول میری گردن پر جو ہے۔ زیاد بن طلحہ رضہ کا یہ کہنا تھا کہ سارا مجمع کھڑا ہو گیا اور سب نے اس لڑائی میں حضرت علی رضہ کی مدد کا اقرار کر لیا اور یہ وہ لوگ تھے جن میں سات شخص تو بدر کی لڑائی میں شریک ہو چکے تھے جن کی فضیلت آنحضرت نے بہت فرمائی ہے۔

مکے میں حضرت طلحہ رضہ و زبیر نے حضرت عائشہ سے عرض کیا۔ لڑائی عورتوں کا کام نہیں ہے آپ ہمارے ساتھ بصرہ چلئے اور وہاں لوگوں کو حضرت عثمان کے انتقام کیلئے آمادہ فرما دیجئے اس کے بعد آپ گھر میں تشریف رکھئے ہم خود سب بندوبست کریں گے حضرت عائشہ

نے اس کو قبول فرمالیا اور بصرہ چلنے پر راضی ہوگئیں۔

پھر یہ حضرات حضرت حفصہ رض کے پاس حاضر ہوئے اور اُن سے بھی یہی درخواست کی انہوں نے فرمایا۔ میں حضرت عائشہ رض کے ساتھ ہوں جو رائے ان کی وہ میری۔ وہ بصرہ چلیں گی تو میں بھی چلوں گی۔

یہ خبر حضرت حفصہ رض کے بھائی حضرت عبداللہ ابن عمر رض کو ہوئی تو انھوں نے اپنی بہن کو بصرے جانے سے روک دیا۔

بصرے کی ہل چل

حضرت عائشہ رض کا قافلہ بصرے چلا تو حضرت عائشہ رض کو ایک مشہور تیز رفتار اونٹ پر جسکا نام عسکر تھا بٹھایا گیا مکہ سے ایک منزل باہر حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ نے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے خفیہ ملاقات کی اور پوچھا کہ اگر تمہاری فتح ہوئی تو خلیفہ کون بنے گا؟ حضرت طلحہ رض نے جواب دیا۔

میں یا زبیر رض۔ ان میں سے جسکو مسلمان پسند کریں۔ مغیرہ نے کہا اسکا انجام اچھا نظر نہیں آتا یہ کہا اور مکے کو چلے گئے۔

بصرے جاتے ہوئے راستے میں ایک مقام پر لشکر میں یہ بحث چھڑ گئی کہ اس فوج کا سردار کون ہے؟ حضرت طلحہؓ کے بیٹے نے کہا میرے باپ ہیں حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بولے میرے والد ہیں۔ اس پر بات بہت بڑھ گئی اور قریب تھا کہ باہم فساد ہو جائے۔

حضرت عائشہ رض یہ حالت دیکھکر مایوس ہوئیں اور انہیں اس جھگڑے کے سبب اندیشہ ہوا کہ جب آپس میں یہ حال ہے تو حضرت عثمان رض کا انتقام کیا لیں گے۔

رسول خدا کی بتائی ہوئی جگہ

قافلہ جا رہا تھا۔ راہ نما آگے آگے چلتا تھا کہ ایک مقام حواب نامی آیا وہاں کتوں نے حضرت عائشہ رض کے اونٹ پر بھونکنا شروع کیا حضرت عائشہ رض نے پوچھا اس گاؤں کا کیا نام ہے؟ رہنما نے عرض کیا اسکو حواب کہتے ہیں۔

فرمایا طلحہ و زبیر کو بلاؤ۔ میں الٹی جاتی ہوں مجھے وہ حدیث یاد آگئی کہ آں حضرت ﷺ فرمایا تھا

میری بیویوں میں سے ایک بیوی پر حواب کے کتے بھونکینگے۔ کیونکہ وہ ناحق پر ہوگی۔ پس یہ وہی حواب ہے۔ میں ناحق کا ساتھ دینا نہیں چاہتی۔ لوگوں نے عرض کیا رہنما نے غلط کہا۔ یہ حواب نہیں ہے۔ اور گاؤں کے لوگوں کو بلوا کر گواہی دلوائی حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ مانا اس گاؤں کا نام حواب نہیں ہے۔ مگر میں عورت ہوں مجھے لڑائی سے کیا سروکار۔ مجھے گھر جانے دو جب حضرت عائشہؓ کسی طرح راضی نہ ہوئیں تو لڑائی کا طبل بجنے لگا اور لوگوں نے چیخنا شروع کیا علیؓ کی فوج آگئی۔ یہ سنکر حضرت عائشہؓ مجبور چپ ہوگئیں اور واپس جانیکا ارادہ ملتوی کر دیا۔

حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی بحث

جب حضرت علیؓ نے بصرے کا ارادہ کیا اور روانہ ہوئے تو حضرت امام حسینؓ ان کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا اے پدر بزرگوار! میں ہر چند آپ کو مشورہ دیتا ہوں مگر آپ نہیں مانتے۔ ڈرتا ہوں کہ آپ کو اسی بیابان میں قتل کر ڈالیں گے۔ کوئی آپ کا دوست اور سچا مددگار نہیں ہے۔

بابا جان! جس دن سے حضرت عثمانؓ کے گھر پر گھیرا پڑا۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مدینے کے باہر چلے جائیے۔ مگر آپ نہ مانے اور جب حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے تو میں نے عرض کیا آپ گھر سے باہر نہ نکلئے۔ تاوقتیکہ سارے اسلامی ممالک کے مسلمان جمع ہو کر آئیں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپ نے اس کو بھی قبول نہ فرمایا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر طلحہؓ و زبیرؓ آپ کی بیعت سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو ہو جانے دیجئے۔ پروا نہ کیجئے وہ فساد کرینگے نتیجہ بھگتیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نور چشم من سنو! تمہاری باتوں کا جواب یہ ہے:۔

اول تو یہ کہ میں عثمانؓ کے محصور ہونے کے دن مدینے سے باہر نہ گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں خود ہی دشمنوں میں محصور تھا۔ باہر جاتا تو جانے کون دیتا۔ میرا احصار حضرت عثمانؓ کے گھیرے سے زیادہ تھا۔ تم کو اس کی تو خبر ہے نہیں

رہا یہ معاملہ کہ میں نے تمام ملکوں کے مسلمانوں کی آمد کا انتظار بیعت میں کیوں نہ کیا؟
اسکا جواب یہ ہے کہ ہم کو دنیا بھر سے کچھ غرض نہیں ہمارا دارومدار صحابہ رسول اور مہاجرین

اور انصار یہ ہے۔ سو انہوں نے میری بیعت پر اجماع کر لیا تھا اور یہ کافی ہے۔

اور یہ جو تم نے کہا کہ طلحہ رضہ و زبیر رضہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا وہ خود قاتلانِ عثمانؓ سے بیگانت لیتے، تم سمجھتے نہیں کہ مجھ سے بھی تو عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا جاتا ہے آج دوسروں کو سزا دی جاتی ہے۔ کل مجھ پر حملہ ہوتا اس واسطے میں نے اس کی روک تھام ضروری سمجھی کہ مسلمانوں کی حفاظت اور انکا باہمی فساد سے بچانا میرا فرض ہے۔ گھر میں بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے

دل یا جانِ من! تم کو معلوم ہے میں کتنی مدت گھر میں بیٹھا رہا جس دن رسول اللہ کا وصال ہوا میں گھر ہی میں رہا۔ حالانکہ خلافت کا حق میرا ہی تھا۔ مگر میں نے خوشی خوشی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کی بیعت میں بھی شریک ہو گیا۔ اور جب مشورۂ عام سے حضرت عثمان رضہ کا انتخاب منظور ہو گیا تو میں نے کچھ چون و چرا نہ کی اور بیعتِ عثمان بھی دلی رضامندی سے کر لی اور جب لوگوں نے حضرت عثمان رضہ کو شہید کر دیا تو آٹھ دن خلافت سے چھپا ہوا گھر میں بیٹھا رہا۔ اب جبکہ یہ کام میری گردن میں ڈال دیا گیا ہے تو میں مردوں کی طرح اس کو ادا کرونگا۔ اور پوری شجاعت اور دلیری سے فساد کو روکوں گا۔ کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی خدمت و حمایت کا معاملہ ہے۔ اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضہ بصرہ میں داخل ہوئیں تو عجب ہل چل پڑی۔ کوئی حضرت علیؓ کو حق پر کہتا کوئی حضرت عائشہ رضہ کی امداد ضروری سمجھتا عثمان ابن حنیف بصرے کا حاکم گو ادہر تھا اور اس کو خیال تھا کہ حضرت علیؓ کا نوکر و صوبے دار ہوں۔ اُدھر حضرت عائشہؓ و حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی بزرگی کا خیال کرتا تھا آخر اس نے ایک شخص کو مسجد میں بھیجا جس نے عام مسلمانوں سے سارا ماجرا بیان کر کے ان کی رائے پوچھی تو حاضرین کا میلان حضرت عائشہ رضہ کی طرف پایا۔ اس پر عثمانؓ ابن حنیف حاکم بصرہ نے مخالفت کا ارادہ کیا اور دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہ رضہ کا اونٹ تھا جس کے آس پاس حضرت طلحہؓ و زبیر رضہ کھڑے تھے دوسری طرف حاکم بصرہ کی سپاہ تھی۔

حضرت طلحہؓ نے ایک تقریر کی اور لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دردناک واقعات سنائے اور ان کے انتقام کا مطالبہ کیا۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے ایک زبردست دل ہلا دینے والی تقریر کی۔ اور ان کے بعد حضرت زبیرؓ نے۔

تقریریں ہو چکیں تو حارثہ بن قدم السعدین آگے بڑھا اور اس نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کرکے کہا۔ اے ہم سب کی مادر مہربان! آپ حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ فرماتی ہیں میرے نزدیک حضرت عثمانؓ بلکہ خود آنحضرتؐ کا شہید ہونا اتنا بڑا نہیں ہے جتنا بڑا یہ واقعہ ہے۔ کہ آپ نے پردہ[1] اٹھایا اور میدان جنگ میں عام مخلوق کے سامنے تشریف لے آئیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آپ کو مجبور کرکے لایا گیا ہے۔ دوسرا شخص اسی قبیلہ بنی سعد سے آگے بڑھ کر بولا:۔

اے طلحہؓ و زبیرؓ! تم نے خوب پیغمبر خداؐ کی دوستی کا حق ادا کیا کہ اپنی عورتوں کو تو پردہ میں رکھا اور ہم سب کے آقا کی حریم محترم کو بے حجابانہ عام لوگوں میں نکال لائے۔

ان لوگوں کی تقریروں سے مجمع پر ایک سناٹا طاری ہو گیا اور کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی اسی اثناء میں حاکم بصرہ کی سپاہ سے ایک شخص نے بڑھ کر حضرت عائشہؓ کی فوج پر حملہ کر دیا اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ کی سپاہ نے بھی حملہ کیا۔ اور لڑائی ہونے لگی مگر کوئی شخص ہلاک نہ ہوا صرف زخمی ہوئے۔ دوسرے دن پھر لڑائی ہوئی اور اس میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ یہ دیکھکر حضرت عائشہؓ نے حکم دیا لڑائی بند کرو۔ میں خون بہانے نہیں آئی میں تو خون کا عوض لینے آئی ہوں۔ لہٰذا چاہتی ہوں کہ صلح ہو جائے۔

[1] پردہ اٹھانے سے یہ مطلب نہ سمجھنا چاہئے کہ خدانخواستہ حضرت عائشہؓ کھلے میدان جنگ میں آ گئی تھیں یا عام لوگوں کے سامنے بے حجابانہ آئی تھیں بلکہ تکرار کی غرض یہ تھی کہ آپ کا گھر سے نکل آنا بے پردگی ہے کیونکہ آپ حرم رسولؐ ہیں اگلے بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ جنگ جمل میں پردہ کے اندر تھیں کیونکہ جب ان کا اونٹ مر کر گرا تو حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکر ان کو سنبھالنے کے لئے دوڑے اور جس وقت انکا ہاتھ حضرت عائشہؓ کے جسم کو لگا تو ان کو خبر نہ ہوئی کہ یہ کس کا ہاتھ ہے اور وہ غیظ میں آ گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھلے منہ ہوتیں تو اپنے بھائی کو دیکھ لیتیں ۱۲ منہ (حسن نظامی)

بصرے کا حاکم بولا صلح نہیں ہو سکتی۔ طلحہ رض و زبیر رض نے حضرت علی رض کی بیعت توڑی ہے جبتک وہ آپ سے علیحدہ نہ ہوں گے ہم صلح نہیں کر سکتے۔

حضرت عائشہ رض نے فرمایا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مالک اشتر کے خوف کے مارے بیعت کی تھی۔ اچھا میں مدینے میں دریافت حال کیلئے کسی کو بھیجتی ہوں۔ اگر یہ خبر سچ ہے کہ طلحہ رض و زبیر رض نے ڈر کے مارے بیعت کی تو تم کو بصرہ خالی کرنا ہوگا۔ اس کے خلاف ہوا تو تم بے قصور رہو آخر یہ فیصلہ قرار پایا کہ کعب بن سواد کو مدینے بھیجا جائے اور ان سے اہل مدینہ کی گواہی طلب ہو اس عرصے میں آدھا بصرہ سابق حاکم کے پاس رہے اور آدھے میں حضرت عائشہ رض کی سپاہ قبضہ رکھے

چنانچہ کعب بن سواد مدینے گئے اور انہوں نے سب لوگوں کو جمع کر کے پوچھا تو سب مسلمان خاموش ہو گئے۔ مگر چار نامی اصحاب نے گواہی دی بیشک حضرت طلحہ رض و زبیر رض نے مجبوراً بیعت کی تھی جب یہ قاصد بصرے آیا تو سارا ماجرا بیان کیا۔ اور کہا کہ حضرت علی رض سے اہل مدینہ ڈرتے ہیں ان کے خوف سے کسی نے گواہی نہ دی صرف چار آدمیوں نے جرأت کر کے یہ بیان کیا۔

اس پر جھگڑا پڑا یہاں تک کہ مسجد میں لڑائی ہونے لگی اور بہت سے مسلمان مارے گئے حاکم بصرہ کے محافظ سپاہی بھی قتل کر دیئے گئے اور عثمان ابن حنیف گرفتار ہو کر آئے تو حضرت طلحہ رض و زبیر رض نے چاہا کہ ان کو قتل کر دیں۔ مگر حضرت عائشہ رض کو خبر ہوئی تو انہوں نے منع کیا اور فرمایا کہ وہ بوڑھا آدمی ہے اور رسول خدا کا صحابی ہے اس کو نہ مارو۔

اس پر عثمان ابن حنیف کی لمبی داڑھی نوچ لی گئی اور اس کے بعد رہائی دیدی گئی عثمان اسی حالت میں مدینے آئے اور سارا قصہ حضرت علی رض سے کہا۔

حضرت علی رض کو اس واقعہ سے بہت رنج ہوا اور آپ نے جنگ کی تیاری شروع کی کیے میں آپ نے صاحبزادے حضرت حسن رض کو سامان حرب لانے کو بھیجا اور کوفے میں محمد بن ابی بکر رض کو اپنے گورنر ابو موسیٰ اشعری رض کے پاس روانہ کیا کہ وہاں فوجیں جمع کر کے بصرے پر آئیں لیکن ابو موسیٰ اشعری نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور کہا حضرت عثمان رض کا انتقام ضروری ہے۔ اور عام

لوگوں کو حضرت علیؓ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔

حضرت علیؓ نے سنا تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ و حضرت حسنؑ کو بھیجا انہوں نے بھی ابوموسیٰؓ کو بہتیرا سمجھایا مگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے۔ آخر حضرت عمار بن یاسرؓ کو بھیجنا قرار پایا۔ اس پر مالک بن اشتر بولے ان لوگوں میں کوئی ابوموسیٰؓ کو ٹھیک کرسکیگا مجھ کو بھیجئے ذرا سی دیر میں سب کو درست کردوں گا۔

حضرت علیؓ نے مالکؓ کو بھی عمارؓ کے ساتھ کر دیا۔ اب کے بھی حضرت ابوموسیٰؓ نے وہی مخالفانہ روش دکھائی۔ حضرت عمارؓ نے ہر چند سمجھایا نہ مانے۔

مسجد میں تو سمجھانے بجھانے کا جلسہ ہو رہا تھا۔ مالک اشترؓ سیدھے ابوموسیٰؓ کے مکان میں پہونچے اور سارے اسباب پر قبضہ کر لیا جس غلام نے مقابلہ کیا اس کو مار کر نکالدیا ابوموسیٰؓ کو خبر ہوئی تو مسجد سے گھبراتے ہوئے گھر میں آئے اور مالکؓ کا قبضہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور مالکؓ سے کہا کہ یہ کیا بیجا حرکت ہے؟ مالک اشتر بولے:-

منافق! یہ محل حضرت علیؓ کا ہے جو مسلمانوں کے امیر ہیں اور تو ان کا نوکر ہے انہوں نے تجھکو عطا فرمایا تھا اب تو ان سے باغی ہو گیا۔ اسواسطے میں نے اسکو تجھسے چھین لیا۔ ابوموسیٰؓ میں لڑنے کی طاقت نہ تھی اور وہ بھی مالکؓ اشتر جیسے شخص سے اس واسطے ابوموسیٰؓ نے عاجزی سے کہا مجھے آج کی رات اس گھر میں رہنے کی اجازت دیدو مالک نے قبول نہ کیا۔ مگر بمشکل تمام بعد میں اجازت دیدی۔

ابوموسیٰ کے دبتے ہی تمام کوفہ مطیع ہو گیا۔ اور حضرت امام حسنؑ کی تقریر سن کر سب نے حضرت علیؓ کی مدد کے لئے کمر باندھ لیں اور ۲۰ ہزار سوار بصرے کی طرف حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑنے کو چل کھڑے ہوئے۔

ادھر سے حضرت علیؓ فوجیں لیکر بصرے پر آئے اور بصرے پر اس لڑائی کا نقشہ جم گیا جسکو آج تک جمل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چونکہ اونٹ کو عربی میں جمل کہتے ہیں اور حضرت عائشہؓ

اس لڑائی میں اونٹ پر سوار تھیں اس واسطے لڑائی کا نام بھی جَمَل ہو گیا۔

خدا کی مرضی میں کس کو دخل ہے ذرا دیکھنا بصرے کے سامنے کون لوگ کھڑے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقبول یار و اصحاب ہیں جنہوں نے اس دن سے کچھ ہی پہلے آدھی دنیا کو اسلام کے آگے سرنگوں کرا لیا تھا جن کی تلوار کی دھاک سے روئے زمین کے بادشاہ لرزتے تھے ایک طرف حضرت علیؓ تھے بنت رسولؐ کے شوہر اور خود رسولؐ کے بھائی اور تمام خوبیوں سے بھرپور جنہوں نے دنیا میں علم روحانیت کا جھنڈا گاڑ دیا دوسری طرف بی بی کی سنی حضرت عائشہ رضہ حبیب خدا کی محبوب بیوی جن کے اوصاف سے احادیث نبوی بھری پڑی ہیں اور جن کی پاکی کو قرآن نے ثابت کیا۔

اور دونوں کے ساتھ بڑے بڑے نامور اصحاب رسول اللہ ہیں طلحہ رض زبیر تو وہ لوگ ہیں جن کے جنتی ہونے کی خود رسول خداؐ نے بشارت دی تھی

مگر آج انہوں نے ایک دوسرے پر تلوار اٹھائی ہے آج یہ آپس میں خون بہانے جمع ہوئے ہیں۔ اسکا سبب بھی جانتے ہو کیا ہے؟ سنو! خدا تعالیٰ اپنی شانیں دکھاتا ہے اور اپنے رسولؐ کی پیشینگوئی پوری کرانی چاہتا ہے۔ کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ عثمانؓ شہید ہوں گے اور ان کے بعد تمہارے آپس میں خوب تلوار چلے گی۔

خدا کی حکمت میں کون دخل دے سکتا ہے۔ اسی کو معلوم ہے کہ اس نے یہ تماشے کس مقصد سے دکھائے تھے۔ ہم کو چاہیئے کہ ان لڑائیوں میں اپنی رائے کو دخل نہ دیں اور کسی کو بُرا نہ کہیں کیونکہ ہم کو دونوں برابر ہیں حق و ناحق کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ترجمہ:۔ وہ ایک امت تھی جو گذر گئی اس نے جو کچھ کیا پائیگی اور جو کچھ تم کرو گے پاؤ گے تم سے سوال نہ ہوگا کہ اس امت نے کیا عمل کئے تھے۔

یہ آیت ہم سے کہتی ہے کہ ان اصحاب رسولؐ کی باہمی باتوں میں دخل نہ دیں اور اپنے

عمل کی حفاظت کریں۔

میں نے کربلا کا واقعہ سمجھانے کو یہ قصے لکھے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ تم ایک فریق کے طرف دار بن جاؤ۔

الغرض جب صف بندی ہو گئی تو حضرت علیؓ نے اپنی فوج سے مخاطب ہو کر کہا تم میں جو لوگ شہادت حضرت عثمانؓ میں شریک رہ چکے ہیں وہ لشکر سے الگ کھڑے ہو جائیں میں ان سب کو جانتا ہوں مگر کسی کا نام لینا نہیں چاہتا۔ بہتر یہی ہے کہ وہ خود سمجھ لیں اور ہمارے پاس سے ہٹ جائیں۔

حضرت علیؓ کی سپاہ میں پانسو کے قریب ایسے آدمی تھے جنہوں نے محاصرہ حضرت عثمانؓ میں حصّہ لیا تھا۔

حضرت علیؓ کا یہ عجیب حکم سن کر سب سناٹے میں رہ گئے انکو خیال تھا کہ حضرت علیؓ ان کے حامی ہیں۔ مگر معاملہ برعکس نکلا۔ انہی لوگوں میں سے مالک اشتر بھی تھے جن کی دلیری اور حسن تدبیر کے واقعات اوپر تم نے کئی دفعہ پڑھے اور سنے ہیں۔

مالک اشتر نے حضرت علیؓ کی بیشمار خدمتیں انجام دی تھیں اور وہ ان کے بڑے حامی تھے مگر حضرت علیؓ نے حق کا ساتھ دیکر صاف صاف ان کو نکلجانے کا حکم دیدیا۔

چنانچہ یہ لوگ لشکر سے علیحدہ ہو گئے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے کیونکہ یہ لوگ اگر صلح کریں گے تو اسی پر کریں گے کہ ہم سب کو حضرت عثمانؓ کے قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ کسی دوسرے ملک میں چلے چلیں۔ مالک اشتر برہم ہو کر بولے:۔

ڈرتے کیوں ہو۔ آؤ بڑھ کر علیؓ کا خاتمہ کر دیں۔ جس شخص پر ہم جان چھڑکیں اسی کا برتاؤ ہمارے ساتھ ایسا ہو۔ ایسے شخص کا قتل کر دینا اولیٰ ہے۔

اور لوگ بولے ہم علیؓ کو مار ڈالیں گے بعد میں طلحہؓ و زبیرؓ ہم سے علیؓ کا قصاص مانگیں گے اور اگر طلحہؓ و زبیرؓ کو قتل کر دیں گے تو علیؓ انکا عوض ہم سے لیں گے۔ ہماری ہر طرح مشکل ہے

کوشش کرو ہم عثمانؓ کے دعویٰ سے پھر جاتے اور یہ روزِ بد ہم کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔
مالک۔ اشتر نے کہا۔ اچھا اب تم سب کھڑے ہو کر تماشہ دیکھو جب یہ لشکر آپس میں جنگ کرے اور ایک کو غلبہ نظر آئے تو مغلوب کا ساتھ دیں تاکہ وہ ہماری اعانت سے ممنون ہو کر ہمارا پیچھا چھوڑ دے۔
سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور علیحدہ صف بنا کر کھڑے ہو گئے وہ دن تو یونہی گذر گیا اور لڑائی نہ چھڑی۔ رات کو ایک شخص حضرت طلحہ رض کے پاس آیا اور کہا مجھکو ہزار آدمی دیجئے میں علی پر شبخون مارنا چاہتا ہوں۔
حضرت طلحہؓ بولے توبہ توبہ خبردار ایسی بات نہ کہنا علی آتش پرستوں اور عیسائیوں کے بادشاہ نہیں ہیں جو ہم اُن سے یہ مکر کریں۔ وہ رسول خداؐ کے چچا زاد بھائی ہیں اور مسلمان ہیں ہم بھی شبخون کے ہنر کو جانتے ہیں مگر مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ منظور نہیں کر سکتے میں کوشش کر رہا ہوں کہ خونریزی رک جائے اور کوئی صورت صلح کی نکل آئے اور تو یہ صلاح دیتا ہے ایسا ہی اس رات حضرت علیؓ کے پاس بھی لوگ آئے اور شبخون مارنے کی اجازت چاہی۔
حضرت علی علیہ السلام نے زیادہ ناراض ہو کر بولے۔ خبردار ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور حضرت عائشہ رضؓ کے بہت فضائل بیان کئے۔
دوسرا دن بھی صلح و صفائی کی گفتگو میں گذرا اور نتیجہ نہ نکلا تیسرے دن حضرت علیؓ خود میدانِ جنگ میں باہر نکلے اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو آواز دی کہ سامنے آ کر میری بات سن لو حضرت طلحہؓ و زبیرؓ باہر نکلے اور کہا کیا کہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے پاس تم سے لڑنے کی خدا کے سامنے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور نہ تمہارے پاس مجھ سے لڑنے کی کوئی حجت ہے۔ ہم تو آپس میں متحد ہیں۔ تمہاری گردن میں میری بیعت کا حلقہ پڑا ہوا ہے۔ ہم تم ایک دین ملت میں ہیں ہم تم نے بھی رسول خداؐ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور میں نے بھی پڑھی ہے تم نے بھی ہمیشہ میرا خون بہانا حرام سمجھا ہے اور میں نے بھی تمہارا خون بہانا حرام سمجھا مگر اب کیا ہو گیا

کہ تم ناحق میرا خون بہانا حلال سمجھتے ہو۔

حضرت طلحہؓ نے جواب دیا کہ تم نے حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو جمع کیا اور ان کو قتل کرایا۔ تمہارا یہ قصور ہے

حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا اس کا فیصلہ یہ ہے کہ ہم تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیکر کھڑے ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ الہیٰ جس نے عثمانؓ کو قتل کیا ہو یا کرایا ہو یا اس سے خوش ہوا ہو اُس پر لعنت بھیج۔ یہ دُعا کر کے دیکھیں کہ لعنت کس پر آتی ہے اور خدا تعالیٰ کی سزا کس کو ملتی ہے حضرت علیؓ کے اس ارشاد کا جواب حضرت طلحہؓ کچھ نہ دے سکے چپ ہو گئے

اس کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا۔ اے زبیرؓ تم کو یاد ہوگا۔ ایکدفعہ میں مدینے میں فلاں مقام پر بیٹھا تھا کہ تم آنحضرتؐ کے ساتھ میرے پاس سے گذرے اور جب حضرتؐ نے مجھکو دیکھا تو مسکرائے اور میں بھی مسکرایا تو تم نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ علیؓ کو ایسے ہنسنے کے موقعے نہ دیجئے تو رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ اے زبیرؓ اس دن سے ڈر کہ تو علیؓ پر فوج لیکر چڑھیگا اور اس دن تو ظالم ہوگا۔

حضرت زبیرؓ نے یہ سنتے ہی سر جھکا لیا اور فرمایا ہاں اے علیؓ میں بھول گیا تھا مجھے یہ بات یاد ہوتی تو ہرگز یہ حرکت نہ کرتا۔

یہ کہا اور زار زار رونے لگے اور فرمایا۔ اے علیؓ خدا کی قسم اب میں تم سے جنگ نہ کرونگا اور گھوڑے کی باگ پھیر کر سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا میری ہمت عیسائی شہنشاہ کے سامنے بھی پست نہ ہوئی۔ مگر آج علیؓ کے آگے میری ہمت نے جواب دیدیا۔ یہ کہکر گھر میں جا کر بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے یہ واقعہ کہا تو عبداللہ ابن زبیر اپنے والد زبیرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:۔

بابا جان! اچھا تو جب تھا کہ لوگ جمع ہو کر آپ کے پاس آتے اور حضرت علیؓ سے لڑنے کی

خواہش ظاہر کرنے اور آپ فرماتے ہیں مسلمانوں سے لڑنا بڑا سمجھتا ہوں مگر اب تو آپ خود آئے ہیں۔ لوگوں کو لڑائی کے لئے جمع کیا۔ حضرت عائشہ رض کو آمادہ کر کے لائے بہت سے مسلمانوں کو قتل کرا چکے۔ اب لڑائی سے انکار کر و گے تو لوگ کہیں گے زبیر جیسا بہادر اور لڑائی سے بھاگ نکلا۔

حضرت طلحہ رض نے بھی سمجھایا۔ آخر زبیر رض بولے: میں قسم کھا چکا ہوں اب اپنی بات پر قائم ہونگا حضرت طلحہ رض نے کہا تمہارے بہت سے غلام ہیں ایک کو آزاد کر دینا قسم کا کفارہ ہو جائیگا۔

اس جنگ میں حضرت علی ع کے پاس بیس ہزار آدمی تھے۔ اور حضرت عائشہ رض کے ہمراہ تیس ہزار کا لشکر تھا۔ لڑائی ہوتے ہوتے رک گئی۔ اور صلح کے پیام سلام ہونے لگے۔

ادہر تو صلح کی گفتگو تھی اُدہر وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمان رض کے قتل میں حصّہ لیا تھا ڈر رہے تھے کہ اب ہماری خیر نہیں۔ صلح میں ہمارا ہی قتل قرار پائیگا۔ اس واسطے انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ صلح نہ ہونے دو اور خود لڑائی شروع کردو۔

چنانچہ ان لوگوں نے اپنی جماعت کے تین حصّے کئے۔ اور تینوں رخ سے حضرت عائشہ کی فوج پر صبح طلوع ہونے سے پہلے حملہ کر دیا۔

حضرت عائشہ رض کی فوج نے سمجھا کہ حضرت علی ع نے حملہ کیا ہے انہوں نے بھی حضرت علی ع کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت علی ع اور اُن کے ساتھیوں کو خبر نہ تھی کہ یہ کیا قصہ پیش آیا لوگوں نے کہا حریف نے دغا کی عہد توڑ ڈالا۔ صلح نہیں چاہتا۔ آؤ ہم بھی تلوار نکالیں اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں۔ یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کام تو کسی تیسرے کا ہے جو مسلمانوں میں اپنی غرض سے خونریزی کرانا چاہتا ہے۔ مالک ابن اشتر وغیرہ لوگوں نے ایک طرف تو یہ آگ لگا دی اور دوسری طرف حضرت علی ع کے پاس آئے اور کہا:۔

اے امیر المومنین! ہم نہ کہتے تھے کہ یہ لوگ غدار ہیں آپنے ان کی خاطر سے ہم کو جدا کر دیا اور نتیجہ دیکھا۔ اب ہم کو اجازت دیجئے کہ آپ پر قربان ہوں اور آپ کی طرف سے لڑیں جو حضرت

علی رضا نے اجازت دیدی کیونکہ وہ اصل حقیقت سے واقف نہ تھے اور لڑائی گرم ہوگئی اُدھر لوگ حضرت عائشہ رضہ کے پاس گئے، اور کہا "دیکھا آپ کو علی رضہ نے ایک طرف تو صلح کے پیام دیئے اور دوسری طرف شبخون مار دیا۔

حضرت عائشہ رضہ نے حکم دیا کہ میرا اونٹ تیار کرو۔ میں خود چلوں گی اور فوجوں کو لڑاؤں گی حضرت علی رضہ نے پھر ایک کوشش صلح کے واسطے کی اور ابن عبداللہ کو قرآن دیکر بھیجا کہ میدان میں اس کو بلند کرو۔ اور کہو اس دین کی خاطر لڑائی بند کرو۔ اور صلح پر آؤ۔

حضرت طلحہ رضہ رات کے وقت سے شک میں پڑ گئے۔ انہوں نے فرمایا یہ علی ع کا فریب ہے اور مسلم کے ہاتھ پر تلوار ماری۔ قرآن شریف دوسرے نے اٹھا لیا اور اسکو بھی طلحہ رضہ نے قتل کر دیا۔

آخر لڑائی کا زور بندھ گیا۔ تلوار چلنے لگی۔ سر کٹنے لگے۔ خون کے نالے بہنے شروع ہوئے نیزے بلند ہوتے تھے اور سینوں میں گھس جاتے تھے۔ تلواریں چمک چمک کر اونچی ہوتی تھیں اور گردنوں ہاتھوں کو کاٹتی ہوئی جھک جاتی تھیں۔

عالم کارزار میں حضرت عائشہ رضہ نے اپنے اونٹ پر سے آواز دی۔ اے فرزندو! کون تم میں حرم رسول ص کے اونٹ کی مہار سنبھالے گا؟

کعب بن سعد دوڑے اور کہا۔ اے ملکۂ عالم! میں یہ خدمت انجام دونگا۔ یہ کہا اور مہار پکڑ لی۔ حضرت عائشہ رضہ نے کعب کو قرآن شریف دیا اور فرمایا۔ اہل کوفہ سے کہو اس کی لاج رکھیں اور لڑائی چھوڑ دیں۔ کعب قرآن شریف لیکر آگے بڑھے اور یہ پیام پہنچانا چاہا۔

قاتلانِ عثمان رضہ کو پھر ڈر ہوا کہ حضرت علی ع کی سپاہ عائشہ رضہ کا یہ پیام سنے گی تو صلح کر لیگی اور لڑائی سے ہاتھ اٹھا لے گی۔ اس واسطے مالک ابن اشتر نے آگے بڑھ کر کعب کے ایک ہاتھ مارا اور دو ٹکڑے کر دیا۔ کعب تین بھائی تھے۔ تینوں باری باری یہ پیام لے کر آئے اور مالک ابن اشتر کے ہاتھ سے مارے گئے۔

یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضہ گھوڑے سے اترے اور مالک اشتر پر حملہ کیا۔ مالک بھی

گھوڑے سے کود پڑے اور ابن زبیرؓ کے سر پر تلوار ماری جس سے ابن زبیرؓ زخمی ہو گئے مگر وہ مالک کو لپٹ گئے اور دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ چونکہ ابن زبیرؓ زخمی تھے کم طاقتی سے دب گئے اور آواز دی اسے مالک نے مجھے مار ڈالا۔ لوگ ابن زبیرؓ کے بچانے کو دوڑے اور مالک اٹھ کر حضرت علیؓ کے لشکر میں جا ملے۔ ابن زبیرؓ کو لوگ شہر میں اٹھا لے گئے۔

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ برابر جمے ہوئے تھے اور فوج کے دل بڑھا بڑھا کر لڑا رہے تھے۔

حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو آواز دی۔ بدقسمتی یہ ہے کہ یہ لڑائی تم کو مسلمانوں سے پیش آئی ہے کوئی نہیں جانتا کہ اہل قبلہ کی اس جنگ کا انجام کیا ہوگا۔ لہٰذا تم کو چاہئے کہ جان سے مارنے کی کوشش نہ کرو اور کوئی سامنے سے بھاگے تو اسکے پیچھے نہ جاؤ اور کسی کا مال ملے تو اسکو نہ لو کیونکہ یہ مال لینا حرام ہے۔ ہاں وہ تم پر حملہ کریں تو تم بھی کلہ بکلہ جواب دو اور اپنے اوپر آنے سے ان کو روکو۔

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی یہ آواز سنی تو بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بھی اسی قسم کی منادی اپنی فوج میں کرا دی۔

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کا قتل

آخر وہ بُرا وقت بھی آ گیا جسکا ڈر تھا۔ حضرت طلحہؓ کی پنڈلی میں تیر لگا اور خون بہنا شروع ہوا۔ حضرت طلحہؓ بڑی ہمت والے تھے ظہر کی نماز تک تو پروا نہ کی اور گھوڑے پر سوار رہے مگر خون زیادہ بہنے سے ان کی طاقت نے جواب دیدیا اور انہوں نے میدان سے منہ پھیرا اور بصرے کے پاس ویرانہ میں جا کر اس زخم کے سبب انتقال کر گئے طلحہؓ کے جاتے ہی حضرت زبیرؓ بھی الٹے پھرے اور واپسی کی حالت میں عمرو بن جرموز نامی ایک سوار نے ان کے برچھا مارا۔ اور گرا کر سر کاٹ لیا۔

جب عمرو بن جرموز حضرت زبیرؓ کا کٹا ہوا سر حضرت علیؓ کے پاس لایا اور خوش ہو کر فخر سے کہا میں نے زبیرؓ کو مار ڈالا تو حضرت علیؓ نے فرمایا تجھ کو دوزخ کی بشارت ہو۔

عمرو بولا:۔ اے علیؓ! تم بھی امت کیلئے عجیب بلا ہو۔ اگر تمہارا ساتھ دیں اور تمہارے دشمنوں کو قتل کریں تو ہم کو دوزخی بتاتے ہو اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو بھی دوزخی کہتے ہو

حضرت عائشہ رض کو طلحہ رض و زبیر رض کے چلے جانے سے بہت رنج تھا۔ وہ فرماتی تھیں کہ طلحہ رض تو خیر زخم کی وجہ سے گئے۔ زبیر رض کیوں چلے گئے۔

مگر انہوں نے مردوں کو اپنی شجاعت سے مات کر دیا اور فرمایا کچھ پرواہ نہیں۔ میں اکیلی لڑوں گی اور اپنے اونٹ کو صفوں کے وسط میں لیکر کھڑی ہو گئیں۔

مسلمانوں نے اپنی ملکہ کو جب ایسا ثابت قدم دیکھا تو پروانوں کی طرح اس شمع کے گرد جمع ہو گئے اور مر مر کر گرنے لگے۔

حضرت علی رض نے مالک ابن اشتر سے فرمایا۔ کوئی ایسا حیلہ ہو کہ حضرت عائشہ رض کا اونٹ قتل ہو جائے۔ ورنہ یہ لڑائی ختم نہ ہو گی اور سب مسلمان اپنے رسول ص کی حرم کے قدموں کے نیچے کٹ کر مر جائیں گے۔

مالک ابن اشتر رض نے جا کر حضرت عائشہ رض کے اونٹ کی مہار پکڑنے والے کو قتل کر دیا مگر مسلمانوں نے اسکی پروا نہ کی قتل ہو جاتے تھے اور دوڑ دوڑ کر مہار پکڑتے تھے اور کہتے تھے:-

میں ہوں فلاں بن فلاں اے اُمّ المومنین

حضرت عائشہ رض جواب دیتی تھیں۔ شاباش اے بہادر بیٹے یہانتک کہ ۷۰ آدمی مالک رض نے اس اونٹ کی مہار پکڑنے والے مار ڈالے اور آخری آدمی نے جس نے مہار پکڑی کہا:-

اے ہم سب کی ماں! تم دیکھ رہی ہو کہ تمہارے کتنے بیٹے خاک و خون میں مل گئے اور اب بھی تم کو رحم نہیں آتا۔ مالک اشتر نے بڑھ کر تلوار اونٹ کے ماری اور اونٹ گر پڑا اس وقت حضرت محمد بن ابی بکر اپنی بہن عائشہ رض کو سنبھالنے دوڑے اور کجاوے میں ہاتھ ڈالکر حضرت عائشہ رض کو اٹھایا۔ جونہی حضرت عائشہ رض کے جسم کو محمد بن ابی بکر رض کا ہاتھ لگا حضرت عائشہ رض غیظ و غضب میں آکر بولیں جلیں وہ ہاتھ جنہوں نے اس جسم کو چھوا جس کو سوائے رسول خدا کے آج تک کسی نے نہ چھوا تھا۔

محمد بن ابی بکر رض نے کہا:- اے بہن میں ہوں تمہارا بھائی۔ دعا کرو کہ دنیا میں یہ ہاتھ جلے آخرت میں نہیں۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا خدا کا شکر ہے اے بھائی کہ تو سلامت ملا۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ کا کجاوہ دوسرے اونٹ پر رکھا گیا اور ان کو شہر میں واپس لائے۔ اس لڑائی میں لوگوں کے ہاتھ زیادہ کٹے تھے۔ کیونکہ خلقت حضرت عائشہ رضؓ کے اونٹ کی مہار پکڑتی تھی۔ اور لوگ ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے۔

لوگوں نے چاہا کہ مالِ غنیمت تقسیم کریں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ توبہ۔ توبہ یہ مال مسلمانوں کا ہے۔ ہرگز جائز نہیں مقتولوں کے وارثوں کو دیدو۔

اس کے بعد حضرت علیؓ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس اندر تشریف لیگئے اور حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تمہاری اور ہماری خطاؤں کو معاف کرے۔

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔ آمین اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے گناہوں سے درگذر کرے۔

اس لڑائی میں تین ہزار آدمی حضرت علیؓ کی فوج کے مارے گئے اور تیرہ ہزار حضرت عائشہ کے لشکر کے کام آئے۔ اور اس طرح اس افسوسناک جنگ کا خاتمہ ہوا۔ یہ خود تو ختم ہوگئی مگر آیندہ لڑائیوں کے بیج بو گئی۔

حضرت علیؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کو عورتوں کے رسالے کیساتھ مدینے بھیجدیا۔ ان فوجی عورتوں کو مردانہ لباس پہنایا تھا اور حضرت عائشہ رضؓ ناراض ہوتی تھیں کہ مجھکو نامحرم مردوں کے ساتھ علیؓ نے مدینے بھیجا لیکن مدینے جاکر یہ راز کھلا تو حضرت عائشہ رضؓ بہت خوش ہوئیں۔

صِفّین کا معرکہ

جمل کی لڑائی سے فراغت ہوئی تو معاویہ نے اپنے مدت کے ارادۂ جنگ کا اظہار کیا انہوں نے اہلِ شام کو جوش میں دیوانہ بنا رکھا تھا۔ شام کا بچہ بچہ حضرت عثمانؓ کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ جونہی یہ پرچہ لگا کہ علیؓ نے جمل کا میدان مار لیا۔ معاویہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ شامی فوجوں کو بگر آندھی کی طرح اٹھے۔ اور چھوٹے بگولوں کو آگے بڑھایا۔ ادھر حضرت علیؓ نے بھی گرجتے بادل سمیٹنے شروع کئے۔

عمرو بن العاص کا غلام وردان ۲۵ ہزار پیادے کی بھیڑ بھاڑ لئے آگے تھا۔ اس کے پیچھے مدبر یکتا عمرو بن العاص تھے۔ ان کے پیچھے خود معاویہ چلے آتے تھے۔

یہاں حضرت علیؑ نے ہراول زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی کو دیکر آٹھ ہزار کی جمعیت سے آگے بڑھایا تھا۔ پیچھے کمک کو مشہور تیغ زن مالک بن اشتر تین ہزار سورماؤں کیساتھ تھے لشکر علیؑ نے دجلہ کو عبور کیا۔ فرات سے پار ہوا اور شام کی حدود میں جا گھسا۔

حریف یا تو طوفان کی طرح امڈا چلا آتا تھا یا ہاشمی افواج کو دیکھکر گھونگٹ کھا گیا۔ معاویہ کو خبر ہوئی انہوں نے ابو الاعور سلمی کو ہراول بنایا تھا جو فن حرب کا بڑا ماہر تھا۔

ہراول کی پہلی ٹکر ہوئی تو مالک ابن اشتر نے آواز دی:۔

ابو الاعور ہمت ہے تو خود میدان میں آ اور دو دو ہاتھ دکھا۔ ابو الاعور نے جواب نہ دیا۔ اور باہر نہ نکلا۔ سپاہیوں کے دو دو ہاتھ ہوئے۔ مگر خونریزی زیادہ نہ ہوئی۔

صبح ہوئی تو ابو الاعور فرات کے کنارے ہٹ گیا اور مقام صفین میں صف بندی کی اور معاویہ کو عرضی بھیجی میں علیؑ کی ہراول سے بچکر صفین میں ہٹ آیا ہوں یہ گریز مالک ابن اشتر سے ڈر کر نہیں۔ بلکہ مجھے اندیشہ یہ تھا کہ میں تنگ جگہ میں ہوں ایسا نہ ہو کہ مالک لڑائی بڑھاؤں اور پیچھے سے حضرت علیؑ پہونچ جائیں اور مجھ کو گھیر لیں اب میں فرات پہ ہوں جہاں وسیع میدان اور دریا کے پانی پر میرا قبضہ ہے۔

معاویہ نے اس رائے کو پسند کر کے آفریں بھجوائی۔ حضرت علیؑ بھی آپہونچے تھے۔ مالک بن اشتر نے عرض کی:۔

حضور لمبے سفر سے تشریف لائے ہیں۔ آرام کی ضرورت ہے۔ مگر وقت کا تقاضا ہے کہ آسائش بالائے طاق رکھکر گھڑی سواری آگے بڑھیے اور فرات پر قبضہ فرما لیجئے تاکہ لشکر پانی کی تکلیف نہ اٹھائے حضرت علیؑ نے اس رائے کو قبول نہ فرمایا اور معاویہ کے پاس پیام بھیجا کہ میں پانی کیواسطے لڑنا نہیں چاہتا کیونکہ ہم تم پانی کی ادنےٰ لڑائی کیلئے نہیں آئے ہیں لہذا بہتر ہے کہ دریا دونوں لشکروں

کے لئے آزاد رکھا جائے۔

معاویہ نے مشورہ لیا۔ ایک امیر بولا۔ علیؓ اور اس کے لشکر کو پیاسا مار ڈالنا چاہیئے کہ لڑائی کے فن میں یہ جائز ہے۔

عمرو ابن العاص نے اس رائے کی تردید میں کہا۔ یہ تدبیر ہرگز مناسب نہیں ہے پانی کو آزاد رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ طے ہوگیا اور پانی کو دونوں فوجوں کے واسطے آزادی بن گئی۔

دوسرے دن حضرت علیؓ نے اتمام حجت کے لئے پھر ایلچی بھیجا اور معاویہ کو لڑائی سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی

مگر جواب وہی ملا جس کی امید تھی۔ یعنی لڑائی پر آمادگی۔

آخر حضرت علیؓ نے اپنے لشکر کے سات حصے کئے اور ہر حصے کو ایک امیر کے سپرد کردیا معاویہ نے بھی اسی کی تقلید میں اپنی سپاہ کو سات حصوں میں تقسیم کرکے لڑائی کا نقشہ جمایا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ طرفین کا ایک ایک امیر آتا تھا اور قسمت آزما کر چلا جاتا تھا۔ شروع بقرعید کے مہینے سے لیکر ختم تک لڑائی رہی۔ ہزاروں آدمی مارے گئے۔ مگر فیصلہ نہ ہوا۔

محرم کا چاند نظر آیا تو اس کی حرمت کے سبب دونوں جماعتوں نے لڑائی بند کردی۔ کیونکہ عرب کے لوگ اس مہینے کا بہت ادب کرتے تھے اور لڑائی اس میں جائز نہ سمجھتے تھے محرم کا سارا مہینہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ محرم ختم ہوا تو حضرت علیؓ نے پھر پیام بھیجا اور مسلمانوں کی خونریزی بند کرنے کی خواہش کی۔

حضرت علیؓ نے جن تین سفیروں کو بھیجا تھا ان میں ہر ایک نے بڑی لمبی تقریر کی۔ اور معاویہ کو اپنی قوت اور حضرت علیؓ کے عالمگیر اثر اور اس عقیدتمندی کا حال سنایا جو تمام اسلامی دنیا کو ان کے ساتھ تھی۔ امیر معاویہ غضب آلود ہو کر بولے:۔ تم مجھ کو لڑائی سے کیا ڈراتا ہے تجھکو خبر نہیں کہ میں ابن حرب ہوں۔ اگر علیؓ کے ساتھ فوجیں ہیں۔ اگر ان کی ایک جماعت ہے تو میرے پاس علیؓ سے زیادہ لشکر ہے۔ اور علیؓ سے بڑی جماعت ہے میں حضرت عثمانؓ کا انتقام

لینے آیا ہوں۔ اگر علیؓ کو انکار ہے کہ انکا قتلِ عثمانؓ میں کچھ دخل نہ تھا تو قاتلانِ عثمانؓ کو انہوں نے پناہ کیوں دی ہے اور وہ سب انکے ساتھ کیوں ہیں۔ علیؓ سے کہو اگر صلح چاہتے ہیں تو قاتلانِ عثمانؓ کو ہمیں دیدیں تاکہ ہم ان کو قتل کر کے قصاص پورا کر دیں اسکے بعد صلح ہوگی۔

سفیر نے کہا حضرت عثمانؓ کے قتل کرنے والوں میں تم لوگ حضرت عمار بن یاسرؓ کا نام بھی لیتے ہو۔ بھلا ایسے جلیل القدر صحابی رسولؐ کو ہم کیسے دیدیں جن پر کچھ ثبوت نہیں ہے سوائے اس کے کہ تم نے تصور کر لیا ہے۔

معاویہ نے کہا حضرت عثمانؓ کے مقابلے میں عمارؓ کی کیا ہستی ہے جو اسکا خیال کیا جائے

سفارت حضرت علیؓ کے پاس واپس آئی اور سارا حال بیان کیا۔ تھوڑی دیر میں معاویہ کے تین سفیر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک بیباک شخص گستاخانہ لہجے میں بولا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے کی طرح مسلمانوں کو مشورۂ عام کرنے کا اختیار دیجئے تاکہ ہم لوگ مل کر آپ کو یا معاویہ کو اپنا امیر انتخاب کر لیں۔

حضرت علیؓ کو اس گفتگو سے جلال آگیا اور فرمایا: تم معاویہ کی سفارت لائے ہو یا اپنی تجویز پیش کرنے آئے ہو؟ خلافت کی اس وقت کیا بحث ہے وہ قصہ تو طے ہو چکا معاویہ کون ہوتے ہیں اور ان کا کیا حق ہے کہ مسلمانوں کی خلافت جیسے اہم اور بڑے رتبے کی امید کریں اسلام میں معاویہ کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ رسولِ خدا کے نزدیک جن کی عزت تھی وہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ جنہوں نے مکے سے ہجرت کی جنہوں نے آنحضرتؐ کی مدد میں جان و مال سے حصہ لیا۔ ان تمام مہاجرین و انصار نے بالاتفاق میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور مجھکو تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا خلیفہ تسلیم کیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنکی شان میں خداتعالیٰ نے فرمایا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور یہ رضامندی اس کے لئے ہے جو پروردگار سے ڈرتا ہے۔

معاویہ کو ان مسلمانوں سے ذرا سا بھی واسطہ نہیں ہے وہ ان لوگوں میں ہیں جو مجبوراً دباؤ کے

سب سب مسلمان ہوئے وہ اس باپ کے فرزند ہیں جو زمانے بھر میں نیچی طبیعت کے آدمی تھے جن کا نام ابوسفیان ہے۔ معاویہ اس ماں کے بیٹے ہیں جو اسلام میں کلیجہ کھانے والی کے نام سے مشہور ہے جس نے رسول خدا کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اُحد کی لڑائی میں کلیجہ کھالیا تھا۔ کیا ایسے شخص کو مسلمانوں اور دین اسلام کی خلافت مطلوب ہے؟ کیا ایسا آدمی پاک مذہب کی سرداری کی ہوس کر سکتا ہے؟ آج میں تم کو فرمانبرداری کا تعلق قائم کرنے پر متوجہ کرتا ہوں آج میں تمہیں جماعت اسلام میں شریک ہونے کو بلاتا ہوں۔ اور مخالفت سے باز رہنے کی نصیحت کرتا ہوں

معاویہ کے سفیروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سنکر بیزاری اور برہمی کا اظہار کیا اور اٹھ کر چلے گئے اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ تم بہروں کو پیام نہیں سنا سکتے جبکہ وہ منہ پھیر کر اُٹھ چلے گئے۔

محرم کا مہینہ ختم ہو رہا تھا جو یہ بات چیت پیش آئی اور جب صلح کی صورت پیدا نہ ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور معاویہ کی فوج کو پکارا:۔

میں نے تم کو اتنے دن کی مہلت دی کہ گناہ سے باز آکر حق بات اختیار کرلو مگر تم نے نہ مانا تو اب لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اسپر دونوں طرف کی فوجوں میں تیاری ہونے لگی اور دوسرے دن پہلی صف کو مقابلہ شروع ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی سپاہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگ حق کی حمایت کرتے ہو اور حریف باطل پر اڑا ہوا ہے۔ لہٰذا تم لڑائی میں پہل نہ کرنا۔ تم کو کوئی گالی دے تو جواب نہ دینا۔ بہت باتیں نہ بنانا اور خدا کو زیادہ یاد کرنا اور جب تم پر حملہ ہو تو اس آیت پر عمل کرنا۔ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ۔ جب کفار سے مقابلہ ہو تو خوب گردنیں کاٹو۔

لڑائی شروع ہوئی اور برابر سات دن ہوتی رہی۔ کیونکہ ایک ایک جماعت ایک ایک سردار کی ماتحتی میں جنگ کرتی تھی۔

ساتویں دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس منتشر لڑائی میں بہت دیر لگی کل سب کو مل کر

حملہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ دوسرے روز جب دونوں فوجوں کی صفیں آراستہ ہوئیں تو حضرت علیؓ نے دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ دعا بلند آواز سے مانگی۔

"اے آسمان کے خدا ہماری بلند چھت کے جسکو تو نے رات دن چاند سورج اور ستاروں کا گردش گاہ بنایا ہے جو فرشتوں کا گھر ہے۔ اے سارے جہان کے خدا اور اے اس زمین کے مالک جس کو ہمارے قرار کے واسطے قرارگاہ بنایا ہے اے پہاڑوں کے خدا جن کو زمین کا میر فرش بنایا ہے ہمکو ہمارے دشمنوں پر فتح دے اور اپنی امداد بھیج۔ اور اگر تو نے ان کی فتح مقرر کی ہے۔ تو ہم کو شہادت کا درجہ عنایت کر۔"

اس دعا کے بعد ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے:-

"اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو عذاب آخرت سے بچائے"

مالک ابن اشترؓ نے پوچھا۔ اے مومنین کے آقا! وہ کونسی تجارت ہے؟ اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی:-

"خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے ان لوگوں کو جو قتال کرتے ہیں صفیں باندھ کر (اور اپنی صف بندی کرتے ہیں) گویا وہ دیوار ہیں جن کی بنیادوں میں سیسہ پلایا گیا ہے۔"

اس دعا نے مسلمانوں کو جوش سے از خود رفتہ کر دیا۔ ہر شخص جان لینے اور جان دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے لڑائی کا یہ ہنر اپنی فوج کو تعلیم فرمایا۔

لڑائی کے نکتے فرمایا اے مومنو! صفوں کو درست رکھو اور جوشن پوش سپاہ کو آگے کرو۔ جب حملہ آور ہو تو آنکھوں کو اونچا کھلا رکھو کہ یہ دلیری کا نشان ہے۔ دشمن پر تلوار مارو تو حربے کے وقت پیروں کے بل کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے زخم گہرا پڑیگا۔ اور دیکھو ہر ایک اپنے دوسرے بھائی کی مدد پر کمربستہ رہے۔ اور اپنے بچانے سے زیادہ دوسرے کی حفاظت کا خیال رکھے۔ اگر ساری فوج بھاگ جائے تو تم اسکی پروا نہ کرو تم میں کا ہر ایک یہ سمجھے کہ لڑائی کا دارومدار خود میری ذات پر ہے سب بھاگ جائیں مگر میں نہ بھاگوں گا خدا

فرماتا ہے موت اور لڑائی سے بھاگنا بے فائدہ ہے. کیونکہ بھاگنے سے اجل ٹل نہیں سکتی۔

اُس دن خوب گھمسان رَن پڑا مگر فیصلہ نہ ہوا. دوسرے دن عمرو بن العاص نے حکم دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی فوج پر ایک رُخ سے زیادہ زور دیا جائے وہ بھاگ نکلینگے تو اوروں کے بھی قدم اُکھڑ جائیں گے۔ یہی ہوا کہ جب شامی فوج نے دائیں حصّہ پر زور کا حملہ کیا تو حضرت علیؑ کی فوج بھاگ نکلی۔ حضرت علیؑ نے ہر چند آوازیں دیں مگر کوئی نہ رُکا اسپر حضرت علیؑ نے فوج کے قلب اور بائیں حصّہ کو اشارہ کیا کہ دائیں بازو کو سنبھالو. مگر یہ دونوں چپ کھڑے رہے اور اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں۔ حضرت علیؑ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو آپ خود گھوڑے سے کود پڑے تلوار گھسیٹ لی اور فرمایا میں اکیلا لڑنے کو کافی ہوں۔ تمہاری ضرورت نہیں ہے یہ کہا اور تلوار لیکر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت علیؑ کی اس جرأت نے لشکر میں جان ڈالدی سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کود پڑے اور ان کے بھائی محمد بن حنفیہ گھوڑوں سے کودے۔ اور تلواریں سونت سونت کر اپنے باپ کے پہلو میں پہونچ گئے ان کے بعد سب سرداروں نے یہی کیا۔ اس وقت عجب عالم تھا علیؑ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح صفیں کی صفیں چیرے ڈالتے تھے۔ اور ان کے لڑکوں نے شامیوں کے کشتوں کا انبار لگا دیا تھا۔ خیال کرنا رسول خدا کے بھائی اور نواسوں کا اس وقت کیا حال ہوگا۔ سامنے شامیوں کے دَل بادل لشکر تھے۔ ان کی تلواریں تھیں، برچھے تھے چھریاں تھیں خنجر تھے اور ادھر یہ چند آدمی ان ہتھیاروں کی گھٹا میں چاند کی طرح چھپتے تھے اور نکل آتے تھے حضرت علیؑ کا ہاتھ جسپر پڑتا تھا تو دو ٹکڑے کئے بغیر دم نہ لیتا تھا۔ حضرت حسنؑ و حسینؑ کے گیسو ہوا میں فراٹے بھرتے تھے۔ کبھی دائیں طرف دیکھے جاتے تھے کبھی بائیں جانب دو بجلیاں تھیں جو کالے ابر کے دامنوں پر ٹوٹ رہی تھیں۔

حضرت امام حسنؑ نے باپ کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھ کر عرض کی ظِلّ الٰہی! اگر فلاں موقع پر تشریف لے چلیں تو مناسب ہے۔۔ ادھر اپنی فوج زیادہ ہے یہاں آپ چاروں

طرف سے گھر گئے ہیں۔

فرمایا جان پدر! تیرے باپ نے موت کو دیکھ لیا ہے۔ اب اس کو اس کا خوف نہیں ہے میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو جان بچانے کو منہ چھپاتے ہیں۔

مالک ابنِ اشترؓ نے اپنے آقا کو اس عالم میں دیکھا تو انہوں نے زرہ بھی اتار کر پھینکدی اور شامی افواج کے قلب میں تلوار مارتے مارتے گھس گئے۔

حضرت علیؑ کی فوج تکبیریں کہتی اور چاروں طرف سے سمٹ سمٹ کر شامی افواج کو پیچھے ڈالتی تھی۔ اب سب بھاگنے والے حضرت علیؑ کے پاس جمع ہو گئے تھے چند منٹ میں کایا پلٹ گئی۔ یا تو لشکر علیؑ کو شکست ہو گئی تھی اور یا سارا شامی لشکر بھاگنے لگا۔

مالک ابن اشترنے وہ داؤں کیا کہ بھاگنے والے معاویہ پر گر گر پڑتے تھے۔ معاویہ گھبرا گئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر انہوں نے بھی بھاگنا شروع کیا۔ معاویہ دیکھ رہے تھے کہ سب سے زیادہ مالک ابن اشترؓ نے شامیوں کا ستیاناس کیا ہے۔ اس لئے انہوں نے بھی نہایت حسرت اور درد سے پکارا کہ

ارے تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو مالک کے ہاتھ سے مجھ کو بچائے۔ یہی حضرت عثمانؓ کا اصلی قاتل ہے۔

عبید اللہ ابن عمر شامی لشکر سے آگے بڑھے اور مالک پر حملہ کیا۔ علوی فوج نے بڑھکر عبید اللہ ابن عمرؓ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ تلوار پر تلوار مارتے تھے اور فرماتے تھے اے خدا تو دیکھتا ہے کہ جس جگہ لڑنے کی فضیلت ہے میں وہیں لڑ رہا ہوں۔ حضرت عمار ابن یاسرؓ کو پیاس لگی پانی نہ تھا لوگ ایک پیالہ دودھ کا لائے۔

حضرت عمارؓ نے فرمایا رسول خدا کا ارشاد سچا تھا کہ اے عمارؓ! تجھکو باغی لوگ قتل کرینگے اور تیرا آخری کھانا دودھ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے میرا آخر وقت آ گیا۔

یہ کہکر انہوں نے تنہا عمرو بن العاص پر حملہ کیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔
تجھ کو شرم نہیں آتی۔ دین کو دنیا کے ہاتھ فروخت کر دیا۔عمرو بن العاص نے افسروں کو اشارہ کیا۔ ان سب نے مل کر چاروں طرف سے حضرت عمارہ کو گھیر لیا اور قتل کر ڈالا۔
جس وقت حضرت عمارہ قتل ہوئے تو ایک صحابی بولے مجھ کو اس وقت بڑا قلق اور فکر ہے مجھے رسول خدا کی وہ حدیث یاد آئی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ عمارہ کو باغی قتل کریں گے۔ اور آج عمارہ ہمارے ہاتھ سے قتل ہوئے۔
امیر معاویہ نے کہا:۔ ہم نے عمارہ کو قتل نہیں کیا ان کے قاتل علی ہیں جو عمارہ کو ہم پر چڑھا کر لائے تھے۔ ان صاحب نے فرمایا:۔ یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر اس طرح حضرت علی باغی ہوئے تو بدر و احد وغیرہ لڑائیوں میں جو مسلمان شہید ہوئے ان کا الزام آنحضرت پر عائد ہوگا۔ کیوں کہ حضرت ان کو مقابلہ کے لئے لے گئے تھے۔ معاویہ یہ جواب سن کر چپ ہو گئے اور پھر ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔
حضرت علی کو حضرت عمارہ کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حکم دیا کہ جھنڈا آگے بڑھاؤ اور معاویہ کے سامنے جا کر آواز دی۔ اے معاویہ! آ۔ تو میرے سامنے آ۔ کیوں مسلمانوں کا خون بہاتا ہے۔ ہم تم لڑ کر فیصلہ کر لیں۔
عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا:۔ جائیے آپ کی طلب ہے۔ مردانگی تو یہ ہے کہ اس بلاوے کا خود جا کر جواب دو۔
معاویہ بولے:۔ میں ہرگز علی کے سامنے نہ جاؤں گا۔ کوئی شخص ایسا نہیں سنا جو علی کے مقابلہ میں جا کر زندہ رہا ہو۔ مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھکر حضرت علی نے لڑائی پھر جاری کر دی۔ تاریکی میں تیر چلتے تھے برچھے چلتے تھے۔ اور زخمیوں کی چیخ پکار سے قیامت برپا ہو رہی تھی۔ سر کٹتے تھے۔ ڈاڑھیاں نوچی جاتی تھیں۔ مکہ بازی ہوتی تھی۔ غرض کوئی حربہ باقی نہ تھا جس سے فریقین نے کام نہ لیا ہو۔

صبح کی نماز پڑھکر پھر لڑائی شروع ہوگئی۔ اور دوپہر تک شامی فوج کا ستھراؤ ہوگیا مالک ابن اشتر شامی گردنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے بڑھے جاتے تھے معاویہ تو پہلے ہی بھاگ نکلے تھے مگر افسروں نے ایک رات دن فوج کو سنبھال لیا تھا۔ آج ظہر کی نماز کے بعد ان سب کی ہمتیں پست ہوگئیں اور تمام بھاگڑ پڑ گئی۔ اس وقت عمرو بن العاص سے معاویہ نے کہا اب اور بھی کوئی تدبیر باقی ہے یا ہمارا نام ونشان اس میدان میں مٹنا مقدر تھا۔

عمرو بن العاصؓ بولے۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے آخری حیلہ میرے پاس موجود ہے اور وہ ایسا ہے کہ ابھی بغیر لڑائی علیؑ کو شکست دیدوں گا۔ معاویہ نے کہا تو وہ کس وقت کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ اب ہماری تباہی میں باقی کیا رہا۔ عمرو بن العاص نے حکم دیا شامی افواج قرآن شریف نیزوں میں باندھ کر بلند کریں فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

حضرت علیؑ کی فوج نے جو خدا کا کلام سامنے دیکھا تلواریں میان میں ڈال لیں اور جھکا لیے حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا۔ لو لڑائی تو ہو چکی اب مکر شروع ہوا۔ حضرت علیؑ بولے تلوار کے خوف سے یہ فریب کیا گیا ہے۔ تم کچھ پروا نہ کرو۔ بس تھوڑی دیر میں ہم ان سب کا خاتمہ کئے دیتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی فوج نے کہا۔ ہمکو خدا کی کتاب کا واسطہ دیا جاتا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ ہم کلام خدا سے پھر جائیں اور اس کی پناہ لینے والوں پر تلوار اٹھائیں۔

اے علیؑ! اگر تم نے ہم کو قرآن پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو ہم پہلے تمہارا خون حلال سمجھینگے ہم نے حضرت عثمانؓ کو اسی واسطے قتل کیا کہ وہ کلام الٰہی کے خلاف عمل کرنے لگے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا تم فریب میں نہ آؤ لڑنا بہتر ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔

لوگوں نے کہا ہم ہرگز نہ لڑیں گے۔ خدا کی کتاب پر ہم قربان ہوں۔ ہمارے سر اس کے آگے جھک چکے آپ مالک ابن اشترؓ کو واپس بلائیے ورنہ پھر آپ کی خیر نہیں ہے حضرت علیؑ نے

مالک کو واپس بلایا تو انہوں نے کہا:۔

یہ کونسا موقع واپسی کا ہے۔ گردنیں سب کٹ چکیں۔ چند ننھے رہ گئے ہیں۔ ان کو بھی عنقریب کئے دیتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے حکم بھیجا کہ یہ لوگ مجھکو ہلاک کر دیں گے تب واپس آؤ گے۔

یہ سنکر مالک واپس آ گئے اور اہلِ عراق سے کہا۔ خدا کی قسم تم بڑے احمق ہو۔ اب کچھ لینا تمکو عراق دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ عراقی مالک کی تقریر سے بھڑک گئے اور تلواریں سونت لیں۔ چاہتے تھے کہ اس صف شکن کا کام تمام کر دیں کہ حضرت علی بیچ میں آ گئے اور فرمایا تم دشمن کو نہیں مارتے تو اپنے سب سے بڑے دوست کو قتل نہ کرو۔ جب غریب مالک کی جان بچی۔

اب پوچھا گیا کہ شامی کیا چاہتے ہیں۔ جواب آیا کہ صلح کے طلبگار ہیں۔ دو ثالث مقرر ہو جانے چاہئیں۔ ہم عمرو ابن العاص کو مقرر کرتے ہیں تم کسی اور کو بنا لو۔ یہ دونوں ثالث جو فیصلہ کر دیں دونوں جماعتوں کو تسلیم کرنا ہوگا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہمارے ثالث عبداللہ ابن عباسؓ ہیں شامیوں نے کہا ان میں اور علی میں کیا فرق ہے۔ ان کے سوا کسی اور کو مقرر کرو۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اچھا مالک ابن اشتر کو ثالث بناتا ہوں۔ شامیوں نے اس پر بھی اعتراض کیا اور کہا:۔ مالک ہی تو حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں ہم ان کی ثالثی قبول نہیں کر سکتے۔ اس پر لوگوں نے حضرت ابی موسیٰ اشعری کو پیش کیا۔ شامیوں نے فوراً منظور کر لیا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس کو پسند نہ فرمایا تاہم اپنی جماعت کی رائے دیکھکر خاموش ہو گئے

صلح نامہ لکھا گیا۔ کاتب نے لکھا۔ یہ صلحنامہ ہے امیر المومنین علیؓ اور معاویہ امیر شام کے درمیان۔

اس پر عمرو بن العاص نے اعتراض کیا کہ علیؓ کو ہم امیر المومنین تسلیم نہیں کرتے۔ امیر عراق لکھو۔ کاتب نے کہا میں علیؓ جیسے شخص کا نام کاٹ نہیں سکتا اس پر حضرت علی بولے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا

ہے جیسے کفار مکہ کے صلح نامے کے وقت پیش آیا تھا۔ میں نے آنحضرت کا نام محمد رسول اللہ لکھا تو کفار نے کہا۔ ہم ان کو رسول تسلیم نہیں کرتے اسپر آنحضرت نے مجھ کو حکم دیا کہ لفظ رسول اللہ کاٹ دو۔ میں نے عرض کیا مجھ سے آپ کا نام مٹایا نہ جائے گا۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود وہ جگہ کاٹ دی تھی۔

عمرو بن العاص نے کہا:۔ اے علی اتنی بڑی گستاخی نہ کرو۔ اور اپنی ذات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہ نہ دو۔

آخر صلحنامہ اس طرح لکھا گیا کہ علی ابن ابی طالب۔ اور معاویہ ابن ابو سفیان صلح کرتے ہیں اس پر کہ ان کے مقرر کردہ دونوں ثالث آٹھ ماہ کے غور و خوض کے بعد اور تمام مسلمانوں سے مشورہ لے کر جو فیصلہ کریں گے اُن دونوں کو منظور ہو گا۔

اس صلحنامے کے سبب دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر واپس چلے گئے اور اس طرح اس خونخوار لڑائی کا خاتمہ ہوا جس میں شامیوں کی تعداد ۸۰ ہزار اور عراقیوں کی گنتی ۹۰ ہزار تھی اور جس میں ۴۰ ہزار آدمی مارے گئے

ثالثوں کا فیصلہ آٹھ مہینے کے بعد مقام دومۃ الجندل دونوں ثالث اور ہر فریق کے چار سو آدمی جمع ہوئے۔ پہلے خلوت میں ابوموسٰی اشعری اور عمرو بن العاص کا مشورہ ہوا اور دونوں نے قرار دیا کہ معاویہ اور علی کو معزول کر کے کسی تیسرے کو خلیفہ بنا لینا چاہیے۔ ابوموسٰی نے اس کو پسند کیا۔ لیکن جب عام جلسہ میں تقریر کا موقع آیا تو عمرو بن العاص نے کہا میری مجال نہیں کہ ابوموسٰی جیسے لائق آدمی سے پہلے تقریر کروں۔ اول ابوموسٰی کو بولنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے ابوموسٰی کے کان میں کہا عمرو بن العاص کے فریب میں نہ آنا۔ پہلے یہ تقریر کر لیں اس کے بعد تم بولنا۔ مگر ابوموسٰی نے کہا نہیں میرا ان کا گھر میں مشورہ ہو گیا ہے۔ اور پھر کھڑے ہو کر بحیثیت ثالث یہ تقریر کی۔

علی اور معاویہ دونوں کو خلافت سے معزول کیا۔ مسلمان اب کسی تیسرے کو منتخب کر لیں۔ ابوموسیٰ منبر سے نیچے اتر آئے تو عمرو بن العاص منبر پر آئے اور کہا: میں نے بھی علی کو معزول کیا اور ان کی جگہ معاویہ کو قائم کیا کہ وہی اصل حقدار خلافت ہیں۔

یہ سنتے ہی ابوموسیٰ جھلا گئے اور عمرو بن العاص کو برا بھلا کہنے لگے کہ تو نے خلوت میں مجھ سے کیا قرار کیا تھا اور عام مجمع میں اس کے سراسر خلاف کہتا ہے۔ بڑا مکار ہے۔

عمرو بن العاص نے اس کا جواب نہ دیا اور سب شامیوں کو لیکر چپ چاپ دمشق چلے گئے اور وہاں جا کر معاویہ کو خلافت کی مبارکباد دی۔ ادھر حضرت علیؓ کے آدمی بھی واپس آ گئے فیصلہ کچھ بھی نہ ہوا اور عداوت جوں کی توں برقرار رہی۔

خارجیوں کا خروج

کوفے میں بعض لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ معاویہ نے ہم سے دغابازی کی آپ معاویہ سے پھر لڑیے ہم آپ کے ساتھ لڑنے کو تیار ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں نے تو صفین کے دن تم سے کہدیا تھا کہ فریب ہے قرآن شریف بلند ہونے کی پرواہ نہ کرو اور لڑو۔ تم نہ مانے میں چپ ہو گیا۔ اب جبکہ میں عہد کر چکا ہوں معاویہ سے لڑنا خلاف ہے۔ میں اپنے وعدے اور عہد کو نہیں توڑ سکتا۔

حضرت علیؓ کی یہ تقریر سنکر یہ لوگ خود حضرت سے باغی ہو گئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ جو شخص خدا کے حکم کی بجائے حکمرانی نہ کرے وہ کافر ہے حضرت علیؓ دغاباز معاویہ کو سزا نہیں دیتے اس واسطے وہ کافر ہیں۔ اور ان کو قتل کرنا چاہیے اس خیال کے کئی ہزار آدمی تھے یہ سب چپکے سے نہروان چلے گئے حضرت علیؓ نے انکو لکھا کہ اچھا چلو میں معاویہ سے لڑنے چلتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا جب تک آپ توبہ نہ کریں گے ہم مدد نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے عقیدے میں تو آپ کافر ہو چکے۔ تب علیؓ کو یہ خبر ملی کہ خارجی ارادہ رکھتے ہیں کہ جب علی معاویہ سے لڑنے شام کو جائیں تو

تو ہم کوشے کو جاکر لوٹ لیں۔ اس معتبر خبر سے حضرت علیؓ نے پہلے ان خارجیوں کی سرکوبی ضروری سمجھی۔ چنانچہ نہروان تشریف لے گئے اور ان میں سے جس نے توبہ کرکے اطاعت کی اُس کو چھوڑ دیا۔ باقی سب کو گھیر کر قتل کر ڈالا۔

یہاں تو حضرت علیؓ کی خانگی مشکلات کا مقابلہ در پیش تھا وہاں معاویہ حکمتِ عملی چل رہے تھے۔ اور حضرت کے گورنروں کو چپکے چپکے ایک ایک کرکے اندر ہی اندر توڑ رہے تھے مصر میں حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ کو گورنر بنا کر بھیجا۔ وہاں ان کے خلاف معاویہ بن خدیج نے بغاوت کر دی۔ یہ معاویہ کنانہ کا باپ تھا اور کنانہ کو تم جانتے ہو جس نے حضرت عثمانؓ کے چھری ماری تھی اور شہید کیا تھا۔ قاتل حضرت عثمانؓ کا خود اسی معاویہ کا بیٹا تھا مگر معاویہ نے انتقام چاہا۔ گورنر مصر محمد بن ابی بکرؓ سے معاویہ اوّل کو شام میں خبر ہوئی باغ باغ ہو گئے اور عمرو بن العاص کو اپنے ہمنام کی کمک پر بھیجا۔ ان دونوں نے ملکر محمد بن ابی بکرؓ کو شکست دی۔ معاویہ بن خدیج نے پہلے اپنے بیٹے کنانہ کو ہلاک کیا۔ اور پھر حضرت محمد بن ابی بکر کو نہایت بیدردی سے مار ڈالا۔ اور مصر پر معاویہ کے گورنر عمرو ابن العاص کا قبضہ ہو گیا۔

اسی جنگِ مصر کے زمانے میں حضرت علیؓ نے مالک بن اشترؓ کو محمد بن ابی بکرؓ کی امداد کے لئے بھیجا تھا۔ مگر معاویہ ابن ابوسفیان نے راستے ہی میں اپنے ایک دوست گاؤں والے کو خفیہ پیام بھجوا کر مالک کو زہر دلوا دیا۔ جسکے سبب مالک مصر نہ پہونچ سکے اور راستہ ہی میں شہید ہو گئے حضرت علیؓ کو مالک کی شہادت معلوم ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا مگر تقدیر کے سامنے کیا کر سکتے تھے۔ القصّہ معاویہ نے شام میں بیٹھکر حضرت علیؓ کو بھی چین نہ بیٹھنے دیا۔ روز کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کرتے رہے یہانتک کہ حضرت علیؓ ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔

اہل کوفہ نے بھی حضرت علیؓ کی قدر نہ کی جن کے پاس وہ اپنا گھر چھوڑ کر آئے تھے اور کوفہ کو گھر بنایا تھا۔ بصرے اور کوفے والے عین وقت پر حضرت علیؓ کی امداد سے انکار کر دیتے تھے۔

اصل میں کوفے کے لوگ تلوار کے یار تھے۔ اگر حضرت علیؑ تلوار کے زور سے اُن کو دبا کر رکھتے تو ان کی شرارت مٹ جاتی۔ مگر وہ بہت رحم دل اور نیک مزاج آدمی تھے۔ نہ سختی کرتے تھے نہ مکر و فریب جائز سمجھتے تھے۔ اس واسطے ان کی خلافت کا سارا زمانہ جھگڑوں فسادوں میں گذر گیا۔ ان کو معاویہ کی سرکوبی کا موقعہ ہی نہ ملا ورنہ بنی اُمیّہ کا خاتمہ ہو جاتا اور کربلا کا واقعہ پیش نہ آتا۔ مگر یہ کیسے ممکن تھا۔ قدرت کو تو کچھ اور تماشے دکھلانے منظور تھے۔

اگر سوچو اور غور کرو (شیعہ سنی کا تعصب چھوڑ دو یعنی اگر تم شیعہ ہو تو اپنے عقیدے کی رعایت نہ کرو۔ اگر تم سنی ہو تو بھی اپنے عقائد کو اس غور میں دخل نہ دو۔ تو تم کو ان تمام حالات کا حاصل مطلب اور نتیجہ نکالنے میں بہت آسانی ہو۔ اور شیعہ سنی سے الگ ایک آسان عقیدہ اور رائے تمہاری قائم ہو جائے۔ مگر غور کرنے کا طریقہ بتانے سے پہلے تم کو شیعہ اور سنی کے اصولی جھگڑے سنائے دیتا ہوں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافتیں ناجائز اور غصب کی تھیں، کیونکہ حقدار حضرت علیؑ تھے اِن لوگوں نے مکر و تدبیر سے یہ حق غصب کر لیا تھا اس واسطے شیعہ اِن تینوں اصحاب کو بُرا کہتے ہیں۔

سنی وہی جواب دیتے ہیں جو اوپر شروع میں میں نے لکھے ہیں اور چاروں اصحاب کی سلسلہ وار درجہ بدرجہ عزت کرتے ہیں۔ یہانتک کہ بنی اُمیہ کی خطاؤں اور علانیہ فتنہ پردازی کی نسبت بھی وہ چپ رہنا چاہتے ہیں۔ بلکہ بعض متعصب سنی تو شیعوں کو جلانے کیلئے بنی ہاشم کی کمزوریاں بیاں کرتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ پر نکتہ چینی کر کے اِن کے دشمنوں کی حکمت عملی و تدبیروں کی تعریف کرتے ہیں اور اس میں محض شیعہ فرقہ کا چھیڑنا مقصود ہوتا ہے ورنہ وہ سنی باعتبار اپنے اصولی عقائد کے ہر خلیفہ کی تعظیم کے لئے مجبور کئے گئے ہیں۔

اِدھر شیعوں کا رونا پیٹنا۔ تبرّا کرنا۔ اور سب سے بڑھ کر تقیّہ بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ماتم کے جو طریقے آج کل شیعوں میں رائج ہیں وہ تعلیم اسلام کیموافق نہیں ہیں اسی طرح تبرّا

یعنی تینوں اصحاب اور دشمنان اہل بیت پر لعنت بھیجنا بھی بہت سخت ہے۔ خصوصاً تین خلفا کو بُرا کہنا تو سراسر بے انصافی ہے۔

اور تقیہ تو قطعاً کچھ اصلیت نہیں رکھتا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور ان کے بعد کے اماموں نے دشمنوں کے ڈر سے اپنے عقائد کو مخفی رکھا۔ اس کا نام انہوں نے تقیہ رکھا ہے جس پر وہ خود بھی عمل کرتے ہیں۔

میرے خیال میں بنی ہاشم اور اولادِ فاطمہؓ کی اس سے بڑھ کر اور کوئی توہین نہیں ہو سکتی کہ اُن کو منافق اور مکار کہا جائے کیونکہ تقیہ کا عمل منافقت و مکر کے عمل سے بالکل مشابہ ہے اوپر جس قدر حالات میں نے لکھے ہیں سب تاریخی اور حدیث کی صحیح کتابوں سے نکالے ہیں ان میں تم نے خیال کیا ہوگا کہ مکاری اور منافقت بنی ہاشم حضرت علیؑ اور ان کے کسی ہمراہی نے عمل میں نہیں آئی۔ قدم قدم پر ان کے دشمن فریب کرتے تھے اور یہ سیدھے سچے مسلمانوں کی طرح اپنے عمل کا راستہ چلتے تھے۔ تقیہ کا الزام اگر حریفانِ بنی فاطمہ پر لگایا جائے تو بجا ہوگا نہ کہ خود بنی فاطمہؓ کو خود اُن کے عاشق ایسا تصور کریں۔

یہ جھگڑے بیان کر کے اب میں تم کو ان حالات پر غور کرنے کا طریقہ بتاتا ہوں جن کو میں نے اوپر لکھا ہے۔

تمہارے ذہن میں خود بخود یہ بات تو پیدا ہوگئی ہوگی کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں آپس کا جھگڑا نہیں ہوا۔ حضرت عثمانؓ کے آخری زمانے سے خرابیاں شروع ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد پھر مسلمانوں میں تلوار برابر چلنی شروع ہوگئی۔ جو آج تک برابر چل رہی ہے اور قیامت تک چلتی رہیگی۔

حضرت علیؑ کے زمانے میں مسلمانوں کے چار فرقے ہو گئے تھے ایک حضرت علیؑ کا پکا طرفدار تھا ایک ان کا پکا دشمن تھا۔ ایک ایسا نیا نکلا تھا جسکو حضرت علیؑ اور ان کے دشمنوں سے یکساں عداوت تھی۔ وہ کہتا تھا ان لوگوں نے حکومت کے لیے مسلمانوں میں خونریزی کرائی اس فرقہ

کا نام خارجی ہوا۔ جو تھا فرقہ وہ تھا جو سب سے الگ تھا۔ عقیدے میں وہ اسلامی احکام کا پابند تھا۔ حضرت علیؓ اور تمام خلفاء کی وہ بدرجہ تعظیم کرتا تھا۔ مگر عملاً کسی فرقے کا ساتھ نہ دیتا تھا خارجیوں کی طرح غلو ان دونوں کے جھگڑوں کو مٹانے کا دعویدار نہ تھا۔ نہ دل سے یا زبان سے کسی کو برا کہتا تھا۔ اس کو اپنے عمل سے غرض تھی اور وہ چپ چاپ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عمل درآمد کر رہا تھا۔

میری رائے ہے کہ سنی نفر اور درویش اس آخری گروہ کے پیرو ہیں کہ وہ اب تک اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور ان جھگڑوں میں دخل نہیں دیتے۔

اور سنی مولویوں نے ایک پانچواں فرقہ آج کل نکالا ہے یعنی میں نے اوپر جن چار کا ذکر کیا ہے ان سے الگ موجودہ سنی علماء کا طرز عمل ہے وہ شیعوں کی مخالفت کے سبب حضرت علیؓ اور بنی فاطمہ کی نسبت ایسی تحریریں لکھتے اور ایسی تقریریں کرتے ہیں جن سے دلوں میں ان کی سبکی پیدا ہوتی ہے۔

تم کو سمجھنا چاہئے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ میں کچھ جھگڑا نہ تھا۔ اور یہ تینوں آپس میں محبت رکھتے تھے۔ قدرتاً حضرت علیؓ کو خیال تھا کہ رسولؐ کے بعد ان کا جانشین میں بنایا جاؤں گا۔ مگر جب مصلحت وقت کے تقاضے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر مسلمانوں کا اتفاق ہوگیا تو حضرت علیؓ نے خوشی خوشی ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا بلکہ ہی نہیں کیا ان کی مدد کی۔ اور ساری خلافت کے زمانے میں سب سے زیادہ جس شخص نے خلافت کے کاموں میں حصہ لیا وہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ تھے یہی کیفیت حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ہوئی کہ ان کے سب سے بڑے مشیر اور مددگار حضرت علیؓ رہے چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ سے پوچھا کہ جو فتنے آپ کے وقت ہوئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے صلاح کار ہم تھے جس کے سبب

ان کی خلافت کامیاب ہوئی اور ہمارے تملاح کا زعم ہو کہ اچھے مشورے کی لیاقت نہیں رکھتے اس مثال سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضہ دونوں صحابہ کے دلی دوست و مددگار تھے لہٰذا یہاں تو کسی کو زبان کھولنے کا حق ہی نہیں ہے۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے وقت عمرو بن العاص نے حضرت علی رضہ کو دھوکہ دیا۔ ورنہ یقیناً حضرت علی رضہ کو خلافت ملتی۔ علی رضہ نے ساری خلافت اسلام میں ان کا ساتھ دیا جیسا کہ خود حضرت علی رضہ نے مختلف تقریروں میں اس کو بیان کیا ہے۔

حضرت عثمان رضہ نے بنی اُمیّہ کو جو فروغ دیا اور اپنے رشتہ داروں کی جسقدر پاسداری کی اس سے ان پر الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ کیونکہ یہ حضرت عثمانؓ کی اجتہادی غلطی تھی اسلام کا حکم ہے کہ اپنے قرابتداروں سے سلوک احسان کرو۔ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ مگر اپنی ناتوانی اور بڑھاپے کے سبب اپنے خاندان والوں کی چالاکیوں کو سمجھ نہ سکے مروان بن الحکم اور عبداللہ بن سعد بن سرح اور معاویہ ابن ابوسفیان نے ان کو کھلونا بنا رکھا تھا۔ اور حضرت عثمان بدنیتی سے نہیں بلکہ ان لوگوں کو ہمدردِ اسلام اور خیر خواہِ خلافت سمجھ کر ان کی پاسداری کرتے تھے اور یہی ان کی شہادت کا سبب ہو گیا۔ پس غور کرنے سے یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عثمان رضہ قابلِ الزام نہ تھے۔ سارا قصور بنی اُمیّہ کا تھا۔

عمرو بن العاص } بغیر سوچے تم کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت عثمان رضہ کی شروع خلافت سے کر قتلِ عثمان رضہ جنگِ جمل۔ جنگِ صفّین۔ فیصلہ صفّین۔ اور آخر تک ہر بڑے چھوٹے فساد کی بنیاد میں عمرو بن العاص کا ہاتھ ضرور تھا۔

شیعوں، خارجیوں، سُنّیوں نے شاید اس طرف کم توجہ کی ہو گی اور یہ عمرو بن العاص کی خوش قسمتی ہے جو مرنے کے بعد بھی وہ بدنامی سے محفوظ رہے۔ بدنام دوسرے ہو گئے اور کام انہوں نے کیا۔

حضرت علی رضہ کو دھوکہ دیکر خلافت حضرت عثمان رضہ کو انہوں نے دلوائی۔ اور پھر سب سے

پہلے مخالفتِ عثمان رض پر یہی آمادہ ہوئے۔ حضرت عثمان رض کی بہن کو طلاق دی۔ اور مسجد میں سخت کلامی کا افتتاح بھی انہی عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔ یہی عمرو بن العاص تھے جنہوں نے لوگوں کو علانیہ جوش دلا کر حضرت عثمان رض کے مار ڈالنے کی ترغیب دی۔ اور پھر یہی عمرو بن العاص تھے جو معاویہ کے وزیر بن کر حضرت علی رض سے خون عثمان رض کا انتقام لینے آئے۔

صفین میں قرآن شریف اٹھانا انہی کا کام تھا۔ جہاں سے خارجہ فرقہ کی ابتدا ہوئی اور فیصلۂ خلافت میں ابو موسیٰ اشعری رض کو دھوکہ دینے والے بھی یہی تھے۔

گو معاویہ کا نام برحق بدنام ہے مگر سارے توڑ جوڑ اور کارستانیاں ان حضرت عمرو ابن العاص کی تھیں۔ وہ خبر نہیں کس غضب کا دماغ لے کر آئے تھے میں نے ان کے افعال زندگی کو گنوا دیا۔ اس کے آگے میں کچھ رائے نہیں دونگا کیونکہ ان کے قوم اور دین پر احسانات بھی ہیں مصر انہی عمرو بن العاص نے فتح کیا تھا۔ لَہٗ عَمَلَہٗ وَلَنَا اَعْمَالُنَا۔ ان کے آگے اُن کا عمل آئیگا۔ اور ہمارے آگے ہمارے عمل۔ تاہم یہ بات ضروری معلوم ہوگئی کہ چاروں خلفاء اور نامور صحابہ ان تمام جھگڑوں میں سراسر بے خطا تھے۔ بنی اُمیّہ اور عمرو بن العاص جیسے چند آدمیوں کی یہ آگ لگائی ہوئی ہے جو آجتک نہیں بجھی اور نہ قیامت تک اس کے بجھنے کی امید ہے۔ لہٰذا ہم کو یہ حالات سن کر اور معلوم کر کے سمجھنا چاہئے کہ جھگڑا سارا بنی اُمیہ کا تھا اصحاب رسول اور چاروں خلفاء بیقصور تھے۔ اول سے لیکر آخر تک بنی اُمیہ ہی ہر خرابی کا باعث ہوئے ہیں۔ اب امیر معاویہ کے اور حالات سنو۔ جن سے واقعۂ کربلا کی بنیاد کو معلوم کرنا چاہئے صفین کا معرکہ ہو چکا۔ حضرت علی رض کوفے میں آکر رہنے لگے اور معاویہ دمشق میں۔ تو معاویہ کو اپنے بعد کا فکر ہوا کہ شام کی حکومت اور تمام اسلامی دنیا کی سلطنت کسی طرح میرے خاندان میں آجائے۔

معاویہ کو وہ دوسرے کا دل مسخر کرنے کا بڑا ملکہ تھا۔ اور وہ اسی وجہ سے اتنے بڑے درجے تک

پہنچ گئے تھے۔ حد ہے کہ عمرو ابن العاص جیسے شخص جن کی خصلت اور بدلنے والی طبیعت کا سمجھنا تک دشوار تھا معاویہ کے تابعدار ہو گئے تھے۔ اسی طرح عرب کے تمام لائق اور سیاسی آدمیوں کو معاویہ نے اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔

حضرت علیؑ کھرے خدا پرست تھے۔ وہ توڑ جوڑ اور دلداری دین کے معاملہ میں بالکل نہ کرتے تھے۔ اور دین کیا دنیاوی کاموں میں بھی انہوں نے ہمیشہ سچ کا ساتھ دیا۔ اور کسی شخص میں ذرا بھی کمزوری حق کے خلاف پائی تو اُس سے بازپرس فرمائی۔

مالک ابن اشتر جیسے کام کے آدمی تھے۔ اور اُنہوں نے کیسے کیسے معرکے کے کارنامے دکھائے مگر حضرت علیؓ نے اس سبب سے کہ مالک کا بھی واقعۂ عثمانؓ میں دخل تھا ان کو فروغ نہ دیا۔ بلکہ جنگِ جمل میں تو اپنی فوج سے علیحدہ کر دیا۔ اور بصرے کی گورنری دینے کا وقت آیا تو مالک کے اصرار و خواہش کے باوجود گورنری مالک کو نہ دی۔

اودھر معاویہ عمرو بن العاص کی تمام حرکات سے واقف تھے۔ ان کو معلوم تھا حضرت عثمانؓ کا قتل دراصل عمرو بن العاص کی علانیہ ترغیب سے ہوا ہے۔ مگر یہ دیکھ کر کہ عمرو کام کا آدمی ہے۔ اُنہوں نے ان کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اور خاطرداری میں حد کر دی معاویہ جانتے تھے کہ حضرت علیؓ کے سامنے ان کا فروغ محال ہے۔ لیکن جب حضرت علیؓ ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے اور حضرت امام حسنؓ نے خود حکومت معاویہ کو دیدی تو معاویہ کے حوصلے بڑھے۔ اور ان کو اپنی خود مختارانہ اور بلا شرکتِ غیر بادشاہت کا خیال پیدا ہوا مگر ان کی عمر بڑی تھی۔ جانتے تھے کہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔ اس واسطے انہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں سے خلیفہ منتخب کرنے کا قاعدہ اُٹھ جائے۔ اور خلافت باپ کے بعد بیٹے کو ملا کرے۔

عرب کی آزاد طبیعتوں کو یہ منوانا آسان نہ تھا۔ اس واسطے معاویہ کو اس ارادے میں بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آخر ان کو کامیابی ہوئی۔

حکومت اسلام کی پہلی بدعت

اسلام کی حکومت میں جس شخص نے عام رائے کے خلاف سب سے پہلے نئی بدعت جاری کی۔ وہ امیر معاویہ تھے انہوں نے اس اچھے دستور کو بند کر دیا کہ مسلمان خود اپنے حاکم کو منتخب کریں اور اپنے بیٹے یزید کے واسطے بادشاہت کی کوشش اس انداز سے کی کہ مسلمانوں میں اس کے بعد انتخاب کرنیکا دستور ختم ہو گیا۔ اور حکومت اولاد کو بطور ورثہ کے ملنے لگی۔

چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی میں یزید کے واسطے بیعت لینے کا ارادہ کیا تو زیاد ابن ابوسفیان نے مخالفت کی اور کہا کہ یزید ہر وقت لہو و لعب اور سیر و شکار میں مصروف رہتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کے واسطے مسلمانوں کی بیعت لی جاوے۔

زیاد اُس مشہور بیٹے کا باپ تھا جسکا نام عبید اللہ ابن زیاد تھا اور جسکے حکم سے حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے۔ یہ زیاد معاویہ کے باپ ابوسفیان کا بیٹا تھا۔ دوسری بیوی سے۔

معاویہ نے زیاد کی تقریر سن کر کہا:- یزید بیشک آج کل خرافات میں مبتلا رہتا ہے لیکن بوجھ پڑیگا تو خود درست ہو جائیگا۔

تمام اسلامی ملکوں کے مسلمانوں نے معاویہ کی زندگی میں یزید کی بیعت کر لی۔ مگر چار آدمیوں نے تامل کیا۔ ایک حضرت امام حسین ابن علیؓ نے۔ دوسرے حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ نے تیسرے عبد اللہ ابن عمرؓ نے۔ چوتھے عبد الرحمن ابن ابی بکرؓ نے۔ معاویہ کو ان چاروں کا بڑا فکر ہوا اسلئے عمرہ کرنے کے بہانے سے مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور راستے میں مدینے کی بھی حاضری دی۔ وہاں ان چاروں کو الگ الگ بلا کر یزید کی بیعت کے واسطے کہا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا۔ اگر عبد اللہ ابن عمرؓ اور عبد اللہ ابن زبیرؓ اور عبد الرحمن ابن ابی بکرؓ بیعت کر لینگے تو میں بھی کر لونگا۔ یہی جواب ان تینوں نے دیا۔ گویا ہر ایک نے دوسرے پر منحصر رکھا۔ معاویہ یہ سمجھ گئے کہ یہ چاروں ہرگز بیعت نہ کریں گے۔ اس واسطے یہ خاموش ہو کر واپس چلے گئے۔

معاویہ کی موت

آخر وہ وقت بھی آگیا جسکا کھٹکا معاویہ کو مدت سے لگا ہوا تھا اور جو ہر بڑے ارادے والے کو مایوس کیا کرتا تھا یعنی موت کا زمانہ۔ اُنہوں نے یزید کو بلایا اور کہا۔

بیٹا! جب تجھکو خلافت ملے تو خدا اور رسول ؐ کے حکم اور سیرتِ ابوبکرؓ کے موافق حکومت کیجیو۔ یزید نے جوابدیا:۔ نہیں قرآن اور حکمِ رسول ؐ کے موافق حکومت کرونگا۔ سیرتِ ابوبکرؓ سے مجھے سروکار نہیں۔ معاویہ نے کہا۔ اچھا سیرتِ عمر فاروق رضؓ اور سیرتِ عثمان غنی رضؓ پر عمل کرنا۔ بولا ہرگز نہیں۔ فقط کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول ؐ کافی ہے۔

معاویہ نے آہ سرد کھینچی اور کہا:۔ میں تجھکو دنیا کا شہنشاہ بناتا ہوں۔ مگر مجھے نظر آتا ہے کہ تو میری امیدوں کے خلاف کریگا۔ خیر تیری مرضی۔ دیکھ چار آدمیوں نے تیری بیعت نہیں کی ہے ان میں سے حسین ابن علی ؑ سے یقیناً تیری لڑائی ہوگی۔ لڑائی ہو تو ان کو جان سے نہ ماریو کہ ہماری اُن کی قرابت ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ عبداللہ ابن زبیرؓ سے بھی تیری جنگ ہوگی۔ اس پر قابو چڑھے تو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالیو کہ وہ بڑا مکار ہے۔

یزید وصیت سن کر شکار کو چلا گیا اور پیچھے معاویہ مرگئے۔ باپ کی موت کے وقت بیٹا موجود نہ تھا۔ وہ باپ جس نے ساری عمر اولاد کی خاطر دوسروں کے صبر میٹے اور کلیجوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر سلطنت قائم کی مرتے وقت اس کے بیٹے نے پانی کا قطرہ تک اس کے حلق میں نہ ٹپکایا۔ اور یہ دنیا کا بہترین پولیٹیشن مایوس جان سے گزر کر دنیا سے اکیلا چلا گیا۔ مرنے وقت معاویہ کی عمر تہتر برس کی تھی۔ ایک روایت میں ۸۲ سال آئے ہیں۔

اُنہوں نے اپنی زندگی میں کسی کو گالی نہیں دی۔ بہت نرم دل تھے زور اور سختی کی حکومت کو ناپسند کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ نرمی کی حکمرانی میں بڑا مزا ہے۔ اور حقیقی تابعداری دلجوئی کرنے سے ہوتی ہے جبر کرنے سے نہیں ہوتی۔

طبری کا بیان ہے کہ معاویہ میں بعض عیب ایسے تھے جن کو لکھتے ہوئے قلم شرماتا ہے ایک

عیب جو لکھا جا سکتا ہے یہ تھا کہ وہ لوگوں کے نوالے گنا کرتے تھے۔ یعنی دستر خوان پر جو لوگ ان کے ہمراہ کھانا کھاتے معاویہ سب کے لقموں کو دیکھتے رہتے تھے۔ عرب میں یہ عادت عیب تھی اور اس کو ندیدہ پن سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اگر رومیوں کو اپنے قیصر اور ایرانیوں کو اپنے کسریٰ پر فخر ہے تو اہل عرب اپنے معاویہ پر فخر کر سکتے ہیں۔ معاویہ کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ایکدن مصر کے بڑے بڑے نامور سرداران کی ملاقات کو آئے تو سامنے آتے ہی منہ سے نکلا۔ السلام علیک یا رسول اللہ معاویہ کو ہنسی آگئی اور یہ سب شرمندہ ہو گئے۔

بیان کربلا

لو وہ وقت بھی آگیا جس کی خاطر چار راتیں جاگ کر کاٹی تھیں اور جو اس کتاب محرم نامہ کا اصلی مقصد ہے۔ یعنی اب کربلا کا بیان شروع ہوتا ہے یہ آخری رات ہے۔ اسی میں دل کا دھواں اٹھیگا۔ آنکھ میں آنسو بنکر آئیگا اور پلکوں کو بھگوتا ہوا دامنوں میں گر کر فنا ہو جائیگا۔

اسی رات میں ہاتھ تلوار کے قبضہ پر جائیگا اس کو میان سے کھینچے گا۔ سر سے اونچا اٹھیگا۔ اور بنی فاطمہؓ کے مظلوم گھرانے کو کاٹ کر ڈھیر کر دیگا۔

یزید کی تخت نشینی مسلمانوں کی نئی پیدا کردہ بادشاہت یزید ابن معاویہ کو مل گئی۔ بنی امیہ کا سب سے بڑا نامور بادشاہ تخت پر بیٹھ گیا یہ وہ سلطان ہے جس نے اپنے بوڑھے باپ معاویہ سے ضد کی تھی کہ میں قرآن و حدیث کے سوا اور کسی کی پیروی نہ کروں گا تم اس کو مرحبا کہو کہ یہ بڑا مقلد قرآن ہے صرف تھوڑی سی شراب پی لیتا ہے۔ اور جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں ان کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے تم کو نماز کا حکم دیتا ہے مگر خود نہیں پڑھتا اس سے زیادہ سنت کی پیروی کیا ہو گی۔ بڑا ہریالا ہے۔ بڑا متوالا ہے۔ سیر و شکار پر زندگی بسر ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو بنی امیہ

کے گھر کا گوہرِ شب چراغ ہے۔ ایک بڑے باپ کا بیٹا۔ جس نے اسد اللہ علیؑ ابن ابی طالب سے تیغ زنی کی۔ ایک شہرۂ آفاق دادا کا پوتا۔ جس نے سرورِ کائنات رسول العرب والعجم صلعم کو ہمیشہ آزار پہنچائے۔ آفریں کہو کہ یہ آدم خور گود کا پرورش یافتہ ہے ایسے مجموعۂ صفات نیرّ درخشاں کو لوگ ملعون کہتے ہیں۔ پلید کہتے ہیں تم کچھ نہ کہو کہ دوزخ کے سب سے بڑے شہریار کی شان میں تم کو زبان کھولنے کا حق نہیں ہے۔

یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی مدینے کے گورنر کو حکم بھیجا کہ حسینؑ ابن علیؑ، عبد اللہ ابن زبیرؓ، عبد اللہ ابن عمرؓ، عبد الرحمٰن ابن ابی بکرؓ سے میری بیعت لو۔ انکار کریں تو قتل کرو۔

ابن زبیرؓ تو بڑے ہوشیار تھے۔ حاکم نے بلایا تو ٹال گئے اور رات کو چپکے سے مکے کو چل دیئے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا سب لوگوں کو جمع کرو وہ بیعت کریں گے تو میں بھی تیار ہوں۔

غرض چاروں نے اسی طرح ٹال دیا۔ اور دوسرے روز حضرت امام حسینؑ بھی خفیہ مدینے سے مکے تشریف لے گئے۔

مکے میں ابن زبیرؓ نے لڑائی کا سامان کر رکھا تھا۔ مگر حضرت امام حسینؑ نے ان کی شرکت نہ فرمائی اور علیحدہ ایک جگہ ٹھہر گئے۔

یزید کو خبر ہوئی تو اس نے فوج بھیجی مکے کا محاصرہ ہوا ابن زبیرؓ خوب لڑے۔ اور یزید کے سپہ سالار کو شکست دیکر پکڑ لیا اور مار ڈالا۔

کوفے کی باسی کڑھی میں اُبال

حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ کی فتح سے جہاں یزید کی سیج میں کانٹے پڑ گئے وہاں کوفے کے کم ہمت بزدل اور وقت آشنا باشندوں کے حوصلوں میں جوانی کی لہر اٹھی اور انہوں نے امام حسینؑ کو ایک لمبا چوڑا خط لکھ مارا کہ آپ کے والد بزرگوار کے ہم سب فدائی ہیں جمل میں ہم لڑے۔ صفین میں ہم نے تلواریں ماریں۔ بنی اُمیہ اور خاندان معاذ

کے بڑے اپنے دشمن ہیں۔

آج یزید نے دعویٰ خلافت کیا ہے۔ حالانکہ اس کا کچھ حق نہیں ہے آپ کی موجودگی میں کہ فرزندِ رسولِ خدا ہو اور کس کا جگرا ہے کہ خلافت کا حق جتائے۔

وقت ہے کہ آپ علم بلند کریں اور ہم سب غلاموں کی پیشوائی قبول فرمائیں تاکہ یہ منصب خلافت جو آپ کا حق ہے آپ کو مل جائے۔

اس خط سے حضرت امامؑ خوش تو ہوئے مگر وہ کوفیوں کی خصلت سے واقف تھے۔ اپنے والدِ ماجد کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائیاں اور وقت کے وقت کج ادائیاں بارہا دیکھی تھیں اُن کو اُمید نہ تھی کہ کوفی ثابت قدم رہینگے اور یزید کی دولتمند سلطنت کا مقابلہ کرسکینگے جس کے پاس فوجیں ہیں۔ ملک ہیں۔ روپیہ ہے، بڑے بڑے عقلمند آدمی ہیں اس واسطے انہوں نے اس خط کے جواب میں کچھ تامل کیا۔ اور آخر مشورے سے یہ قرار پایا کہ حضرت امامؑ کے بھائی حضرت مسلم ابن عقیلؓ خفیہ طریقے سے جائیں اور کوفے کی حالت دیکھیں اگر کوفیوں میں کچھ ہمت نظر آئے تو ان سے حضرت امام کی بیعت لیں اور دیکھیں کہ کتنے آدمی بیعت کرتے ہیں۔ اور ان کے کیا کیا ارادے ہیں۔ یہ سب کیفیت حضرت امام کو لکھی جائے اس کے بعد فیصلہ ہوگا کہ کوفے جانا مناسب ہے یا نہیں۔

حضرت مسلمؓ دو آدمیوں کو لے کر چپ چاپ کوفے تشریف لے گئے اور پوشیدہ طور سے ایک محبِ آلِ رسولؐ کے گھر میں اُترے۔ خاندانِ رسالت کے دوستوں کو خبر ہوئی تو جوق جوق حضرت مسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ پہلے دن بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔

اہلِ کوفے کی محبت اور جوش وخروش دیکھکر حضرت مسلم نے اُسی روز ایک خط حضرت امامؑ کو لکھا جس میں ساری کیفیت کوفیوں کی بیان کی اور تحریر کیا کہ بارہ ہزار نے تو آج میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ ایک لاکھ تیار ہیں۔ آپکے تشریف لاتے ہی حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔ آپ پس وپیش نہ فرمائیے اور فوراً تشریف لے آئیے۔

کوفے کے دو سردار یہ خط لے کر کے پہونچے۔ حضرت امام خط کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا: "تم چلو میں بھی آتا ہوں۔"

یہ دونوں واپس گئے تو پچاس آدمی کوفیوں کا پیام لے کر آئے اور انہوں نے اصرار سے عرض کیا کہ اب دیر کا وقت نہیں ہے۔

حضرت امام نے فرمایا: "تم چلو میں بہت جلد ساز و سامان درست کر کے آتا ہوں۔" اور ان خطوط کے جوابات لکھ کر دیئے۔ ان قاصدوں کو گئے ہوئے دیر نہ ہوئی تھی کہ تیسرا گروہ اور پہنچا۔ اس نے تو اتنی جلدی کی کہ حضرت امام کو فوری تیاری کرنی پڑی۔

حضرت امام نے تیاری شروع کی اور بصرے کے لوگوں کو بھی جن پر اخلاص و محبت کا خیال تھا خطوط بھیجکر کوفے میں طلب فرمایا۔

کوفے میں ان دنوں نعمان بن بشیرؓ حاکم تھے یہ بڑے نیک مزاج انصاری حضرتؐ کے صحابی تھے۔ ان کے پاس بنی اُمیّہ کے چند طرفدار گئے اور کہا: "کس نیند میں سوتے ہو۔ حریف کوفے میں آن پہونچے۔ مسلم ابن عقیل دھڑا دھڑ بیعت لے رہا ہے اور کوئی دم میں حسین ابن علیؓ آیا چاہتے ہیں مصلحت وقت یہ ہے کہ مسلم کو گرفتار کر کے قتل کر دو اور جن جن لوگوں نے ان سے بیعت کی ہے ان سب کو سزائیں دو۔ ورنہ سارا عراق ہاتھ سے جاتا رہیگا۔"

ابن بشیرؓ نے جواب دیا: "مسلم نے خفیہ کام کیا ہے میں علانیہ گرفتار کیوں کروں یہ نامناسب ہے۔"

یہ شائنے کی بات تھی۔ کیونکہ نعمان آلِ رسولؐ کے دوست تھے اور باوجود اس کے کہ ناجیلاً یزید کے تھے بنی ہاشم اور خاندان رسالت کے عروج کو چاہتے تھے۔

بنی اُمیّہ نے نعمان ابن بشیرؓ کو دیکھا کہ وہ ڈھیل دیتے ہیں تو ساری کیفیت یزید کو لکھی اور نمک مرچ لگا کر اس کو بہت ڈرایا کہ فوراً انتظام کرو ورنہ معاملہ ہاتھ سے جاتا۔ اور نعمان کے خلاف بھی زہر اگلا۔

"یزید کو اطلاع پہنچی تو اُس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی' وہ ڈرا کہ یہ معاملہ رنگ لائے بغیر نہ رہیگا۔ اس واسطے اُس نے سرجون نامی ایک محرم راز غلام کو بلایا جس نے یزید کو پالا تھا اور معاویہ کے مزاج میں اس کو بہت دخل تھا۔ کیونکہ اس کی رائے اور تدبیر بہت اچھی ہوتی تھی۔

سرجون نے کہا:- میں جانتا ہوں کہ آپ زیاد ابن ابو سفیان اور اس کے خاندان سے خوش نہیں ہیں کیونکہ آپکے والد نے زیاد کو اپنے باپ ابو سفیان کا بیٹا بیان کیا تھا۔ مگر آپ نے اس بات کو اس وقت بھی پسند نہ کیا تھا کہ ایک لونڈی بچہ آپکے دادا سے منسوب ہو۔ اسکے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ زیاد نے آپکے والد معاویہ سے آپ کی خلافت کی مخالفت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ یزید ہر وقت ننکارا اور خرافات میں مبتلا رہتا ہے اسکو خلافت دینی ٹھیک نہیں ہے اس کا ملال بھی آپ کو ہوگا اور آپ زیاد کے بیٹے عبیداللہ ابن زیاد کو بہت ناپسند کرتے ہوں گے مگر کیا کروں اس وقت میرے خیال میں اس عظیم الشان معاملے کا انتظام سوائے عبیداللہ ابن زیاد کے کوئی نہیں کر سکتا آپ اپنی رنجش کو دل میں دبایئے اور کوفے و بصرے کی حکومت عبیداللہ ابن زیاد کو دیجئے کہ وہ آناً فاناً میں سب طوفانوں کو دبا دیگا۔

یزید نے سرجون کی نصیحت سُنی اور عبیداللہ ابن زیاد کو خط لکھ کر بصرے اور کوفے کی گورنری دیدی اور فوراً کوفے پہنچنے اور انتظام کرنے کی تاکید کی اور حکم دیا کہ اگر حسین ابن علیؑ کوفے میں آگئے ہوں تو اُن کا اور مسلم بن عقیلؓ کا سر کاٹ کر بھیجدے۔

ابن زیاد کو یزید کا حکم بصرے میں ملا۔ ابھی اس نے کوفے کو کوچ نہیں کیا تھا کہ خبر لگی کہ بصرے میں بھی حضرت امام حسینؑ کا قاصد خط لایا ہے ابن زیاد نے قاصد کو گرفتار کرا لیا اور صبح کو ایک عام جلسہ کر کے لوگوں سے کہا:-

تم لوگ جانتے ہو میں زیاد کا بیٹا ہوں اور زیاد جیسا خونریز تھا تم بے خبر نہ ہوگے حسین ابن علیؑ نے یزید کے خلاف خروج کیا ہے اگر تم میں سے ایک شخص نے بھی یزید کی مخالفت میں جنبش

کی تو پھر اس کے جان و مال کی خیر نہیں۔ میں اب کوفے جاتا ہوں تاکہ مسلمؓ اور حسینؓ کا فتنہ پاک کروں۔ اور بصرے پر اپنے بھائی کو حاکم کرتا ہوں اس کے تابع دار رہنا اور مجھکو اپنے سے دور نہ سمجھنا۔ اسکے بعد حضرت امام حسینؓ کے قاصد کو سر جلسہ تہ تیغ کر کے مار ڈالا۔

حضرت مسلمؓ کی شہادت

عبید اللہ ابن زیاد بصرے کا یہ انتظام کر کے نہایت پھرتی سے کوفے کو روانہ ہو گیا۔ یہاں کوفے میں حضرت امام کی آمد آمد ہو رہی تھی۔ ابن زیاد ایک غلام کے ساتھ مغرب و عشاء کے بیچ کوفے پہونچا۔ چہرے پر اُس نے ایک کپڑا ڈال رکھا تھا۔ کوفیوں نے سمجھا حضرت امامؑ تشریف لے آئے۔ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ!!

ابن زیاد نے لوگوں کا یہ ذوق شوق سنا تو جل کر کباب ہو گیا۔ مگر منہ سے نہ بولا۔ نہ چہرے کا کپڑا اٹھایا اور سیدھا دار الحکومت میں پہونچا۔ وہاں نعمان ابن بشیرؓ تشریف رکھتے تھے، اُنہوں نے سُنا کہ حضرت امام تشریف لے آئے تو قلعہ کا دروازہ بند کرا لیا اور دروازے کے اوپر سے آواز دی:۔

"یَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰہِ! تشریف لے جائیے۔ یزید یہ شہر آپ کو ہرگز نہ دیگا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری حکومت میں آپ قتل ہوں" ابن زیاد نے اس وقت اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور دھمکا کر کہا۔ دروازہ کھول کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں۔

نعمان نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ اور خلقت ابن زیاد کو دیکھ کر تتر بتر ہو گئی۔

یہ خبر مسلم ابن عقیلؓ کو بھی پہونچی۔ اور وہ ہانی ابن عروہ کے مکان میں تشریف لے گئے۔ ہانی کوفے کا بڑا رئیس تھا۔

صبح کو ابن زیاد نے جلسہ عام کیا اور کہا:۔ دیکھو میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ وہ بھی ہلاکو تھا

میں بھی سفاک ہوں۔ مجھے سب خبریں ہیں کہ کس کس نے حسینؑ کی بیعت مسلم کے ہاتھ پر کی ہے میں ان کے نام جانتا ہوں اُن کے خاندان جانتا ہوں اُن کی صورتوں تک سے آگاہ ہوں۔ مگر اس وقت سب کو امان دیتا ہوں۔ بیعت توڑ ڈالو اور یزید کی اطاعت میں ثابت قدم رہو ورنہ یاد رکھو ایک ایک کو پیس ڈالوں کا اور خانماں برباد کر دونگا۔

بزدل کوفی صرف ایک تقریر سے اور محض باتوں کی تلوار سے کانپ گئے۔ اور حضرت امامؑ کی بیعت سے ایک دم دل صاف کر لیا۔

یہ انتظام کر کے ابنِ زیاد نے مسلمؑ کی فکر کی وہ چاہتا تھا کہ ثبوت پختہ مل جائیگا تو مسلم کا قتل کرنا آسان ہوگا۔ ورنہ خونریزی ہوگی۔ اس واسطے ایک جاسوس کو تین ہزار درہم دے کر کہا۔ ان کو ہانی کے گھر لیجا۔ ہانی ابنِ عروہ سے کہیو میں بصرے کے مسلمانوں کا قاصد ہوں۔ بصرے میں حضرت امام حسینؑ کا خط گیا تھا۔ وہاں کے مسلمانوں نے مجھے بھیجا ہے اور حضرت مسلمؑ کی نذر ساتھ کی ہے اور کہا ہے کہ ہم سب بہت جلد امداد کو کوفے پہونچتے ہیں ہانی مکان کے اندر لیجائے تو یہ درہم مسلم کو دیجیو اور اہلِ بصرے کی طرف سے اس کی بیعت کیجیو جاسوس نے ایسا ہی کیا۔ بھولے ہانی ابنِ عروہ کے فریب میں آگئے اور حضرت مسلم تک اس کو پہنچا دیا۔ جاسوس نے نذر دی بیعت کی اور سب پیام دے کر ابنِ زیاد کے پاس آگیا۔

دوسرے دن ہانی ابن زیاد کے سلام کو دربار میں نہ گئے تو اُس نے اُن کو خود بلوایا ہانی گئے تو ابن زیاد بولا:۔ اپنی قضا کو خود اپنے پیروں پر ساتھ لایا ہے۔ کیوں ہانی تجھ کو معلوم نہیں میرے باپ زیاد نے کوفے میں ایسے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑا جو بنی فاطمہؑ کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ ایک تو باقی رکھا گیا تھا کہ تجھ پر میرے والد کی عنایت تھی۔ اس کا عوض تو نے یہ کیا کہ یزید کا باغی بنا۔

ہانی نے کہا مجھ سے کیا خطا ہوئی؟ ابنِ زیاد بولا۔ تو نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے ہانی نے انکار کیا۔ اسپر ابنِ زیاد نے جاسوس کو بلا کر سارا واقعہ نذر دینے اور بیعت کرنیکا سنوایا

ہانی شرمندہ ہو گئے اور کہا بیعت میرے گھر میں نہیں ہوئی مسلم اللہ میرے ہاں آئے ہیں

ابن زیاد نے کہا:۔ اچھا جاؤ اور مسلم کو میرے پاس لاؤ۔

ہانی نے اس سے انکار کیا۔ ابن زیاد سن کر آگ بگولا ہو گیا اور ایک گرز ہانی کی پیشانی پر مارا جس سے غریب کا چہرہ خون خون ہو گیا اور اس کے بعد ہانی کو قید کر دیا۔

شہر میں خبر اڑی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ ان کے قبیلے کے لوگ تلواریں لیکر نکل کھڑے ہوئے اور ابن زیاد کے قلعہ پر حملہ کیا۔ حضرت مسلم کو خبر ہوئی تو آپ بھی شمشیر کھینچکر ابن زیاد سے لڑنے کو نکلے۔ چار ہزار آدمی حضرت کے ساتھ تھے۔ لڑائی شروع ہوئی تو ابن زیاد نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور چھتوں سے تیر برسانے لگا۔

کوئی تھوڑی دیر لڑے۔ شام ہوئی تو حضرت مسلم اکیلے کھڑے رہ گئے۔ ایک کوئی کو بھی آس پاس نہ دیکھا۔ آپ بہت مایوس ہوئے اور اندھیرے میں حیران کھڑے دیکھتے تھے کہ الٰہی کہاں جاؤں۔ نہ کوئی مونس ہے نہ ہمدم ہے نہ رات بسر کرنے کا ٹھکانا ہے نہ پانی ہے نہ دانہ ہے۔

اس سید کی بے کسی پر کلیجہ پھٹتا ہے کہ یا تو ہزاروں جھوٹے فدائی مرنے مارنے کو ساتھ تھے یا اب ایک کا بھی پتہ نہیں۔

حضرت مسلمؓ ایک عورت کے دروازے پر جا کر بیٹھ گئے۔ عورت نے کہا۔ اے شخص یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ فتنے کا زمانہ ہے۔ سرکاری چوکیدار آئیگا تو پکڑ کر لے جائیگا۔

حضرت مسلم نے فرمایا۔ مجھے رات کی رات اپنے ہاں پناہ دے۔ بڑھیا نے دروازہ کھولدیا اور اندر بلا لیا۔ بڑھیا کا بیٹا گھر میں آیا اور حضرت مسلمؓ کے حال سے آگاہ ہوا تو ابن زیاد کو جا کر خبر دی۔ اس نے صبح فوج بھیجی۔ حضرت مسلمؓ نے مقابلہ کرنا چاہا۔ سپاہیوں نے کہا کیوں لڑتے ہو ہمارے ساتھ چلو ہم امان دلوا دینگے۔ حضرت مسلمؓ نے تلوار ہاتھ سے پھینکدی اور فوج کے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ ابن زیاد نے ان کو بھی ہانی کے ساتھ قید کر دیا۔

کوفیوں کو خبر ہوئی تو پھر ان میں جوش نے حرکت کی۔ دس ہزار آدمیوں نے جمع ہو کر ابن زیاد پر حملہ کیا۔ اور مسلمؓ و ہانی کو چھڑانا چاہا۔

ابن زیاد نے یہ یورش دیکھی تو حکم دیا کہ مسلم و ہانی کے سر کاٹ لو اور دیوار کے نیچے پھینک دو۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ ہانی اور مسلم شہید کر دیئے گئے اور ان کے سر کٹ کر قلعے سے نیچے گر پڑے۔ کوفی یہ سر دیکھتے ہی سر پہ پاؤں رکھکر بھاگے۔ ایک بھی نہ ٹھیرا۔

پردیسی مسلم بنی فاطمہؓ کے لاڈلے پردیسی مسلم کو دیکھنا خون میں نہائے پڑے ہیں۔ ہاں تو ان کے بھائی حسینؓ خیال کرتے ہوں گے کہ مسلمؓ کوفے کی حکمرانی کر رہا ہے۔ یہاں ان کے جسم کا تاج (سر) کٹا پڑا ہے۔ اور بدن کا پاک خون کوفے کی گندی خاک کی پیاس بجھا رہا ہے۔ حضرت مسلم جان دے رہے تھے مگر ان کو ذرا ہراس نہ تھی۔ البتہ بار بار اپنے بھائی حسینؑ کے آنے اور مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

ارے کوئی بھی ایسا ہے جو میرے بھائی حسینؑ کو اس بے وفا زمین میں آنے سے روکے آہ میں نے تو اُن کو بلانے کا خط لکھا ہے۔ میں نے کوفیوں کی محبت کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے حسینؑ کو کیا خبر ہوگی کہ ان کا بھائی قربان ہو گیا اُس کے گلے پر ستم کی چھری چل گئی۔

ابن زیاد نے حضرت مسلم و ہانی کا سر دمشق میں یزید کو بھیجدیا۔ اور خود حضرت امامؑ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

کوفے میں دو گلفام طبری۔ ابن خلدون اور تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں یہ ذکر نہیں ہے۔ مگر روضۃ الشہداء میں ملا حسین واعظ کاشفی نے لکھا ہے کہ حضرت مسلمؓ کے دو بچے بھی کوفے میں ساتھ گئے تھے اور جب حضرت مسلمؓ شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان بچوں کو بھی تلاش کرا کے قتل کرا دیا۔

ان خورد سال سیدوں کی شہادت بہت دردناک ہے۔ میں واقعہ کو اپنے الفاظ کی تصویر

میں کھینچ کر دکھاتا ہوں۔

ایک بچے کا نام محمدؐ تھا۔ دوسرے کا ابراہیم چھریرے بدن۔ بنی ہاشم کے دستور کے موافق لمبے لمبے بال، عربی قبائیں، کمریں بندھی ہوئیں، ان میں دو چھوٹے چھوٹے نازک نیچے لٹکے ہوئے، بھولی بھالی صورتیں، نورکی مورتیں۔ جانتے ہی ہو رسول خدا کے گھرانے کا حسن کیسا تھا۔ یہ دونوں بھی حسن نبوت کے دو جلوے تھے۔ حضرت مسلم شہید ہوئے تو یہ قاضی شریح بن ہانی کے مکان میں تھے انہیں خبر نہ تھی کہ بابا جان مرگئے یہ تو رات دن دیکھتے تھے کہ خلقت ان کے باپ کے ہاتھ چومنے آتی ہے۔ اور ان کے بھی دامن چوم جاتے ہیں رکابوں کو بوسے دیئے جاتے ہیں اپنے بہادر باپ کو تلوار لئے گھر سے جاتے دیکھا تھا پھر خبر نہیں وہ کہاں گئے۔ ایک رات دن گذرنے پر بھی واپس نہ آئے۔

قاضی شریح کہتے تھے کھانا حاضر ہے کھالیجئے، یہ کہتے بابا جان آلیں تو کھائیں گے شریح آنکھوں میں آنسو بھرلاتے مگر ان سے کہہ نہ سکتے تھے کہ تمہارا باپ تو جنت کو سدھار گیا۔

آخر محمدؐ نے اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم سے کہا۔ کیوں بھائی بابا کی کب تک راہ دیکھو گے روٹی کھالو۔ ابراہیم نے جواب دیا ابھی آتے ہوں گے۔ میں تو ان کی برابر بیٹھ کر کھاؤں گا دیکھو بھائی آج میں بابا کے زانو پر بیٹھونگا۔ کل تم بیٹھ چکے ہو۔ بابا آئیں گے میں ان کے گلے میں ہاتھ ڈالوں گا اور کہوں گا۔

میرا مدینے والا بابو۔ میرا مکے والا بابو۔ بابا مدینے چلو۔ ہمکو اس کی گلیاں یاد آتی ہیں۔ وہاں کے بچے کہتے ہوں گے ابراہیم ہم کو بھول گیا۔ میں کہوں گا نہیں نہیں میں نہیں نہیں بھولا تھا اپنے گھوڑے کو تمہارے ساتھ دوڑاؤنگا۔ اور کوفے کا حال تمکو سناؤں گا۔

محمدؐ نے کہا:۔ بھائی بابا جان آتو جائیں تم ہی ان کی گود میں بیٹھ جانا۔ میرا تو دل دھڑکتا ہے خبر نہیں کہ بابا پر کیا گذری۔

محمدؐ کی اس تقریر سے ابراہیم بھی فکر میں پڑ کر چپ سا ہوگیا۔ وہ جانتا نہ تھا کہ فکر کیسا ہے،

اندیشہ کیسے کہتے ہیں۔ اپنے بھائی کی بات سے اُس کے دل پر بھی اثر ہوا۔

اتنے میں خبر آئی کہ ابن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص مسلم کے بچوں کو چھپائیگا سزا پائیگا اور جو ان کو گرفتار کر کے لائیگا انعام سے مالا مال ہوگا۔

قاضی شریح کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا۔ انہوں نے دونوں بچوں کو بلا کر کہا:۔

میاں تمہارے باپ شہید ہو گئے اور ابن زیاد نے تمہارے قتل کا بھی حکم دیا ہے کل ایک قافلہ مدینے جانے والا ہے میں اس کے ساتھ تم کو مدینے بھیجدونگا۔

محمد و ابراہیم یہ خبر سن کر غش ہو گئے۔ بڑے بھائی محمد نے اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم کو گلے سے لگا لیا اور رو کر کہا:۔

لو بھائی اب کس کے زانو پر بیٹھو گے اب کس کے گلے میں ہاتھ ڈالو گے اب کون تمہیں مدینے کی گلیوں تک لے جائیگا۔ بابا جان کو مار ڈالا۔ ہم کہاں جائیں قاضی شریح تم کو گھر سے نکالتا ہے اماں پاس ہوتیں تو ہم کو سینہ سے لگا کر روتیں اب ہم کس کے سینے سے لگیں اب ہم کو کون گلے لگا کر دلاسا دے۔

اے کوفے والو! میں مسلم کا بڑا لڑکا ہوں۔ میرا باپ اس جنگل میں گم ہو گیا میرا درد یعقوب پیغمبر کے درد سے زیادہ ہے۔ ان کا بیٹا گم ہوا تھا میرا باپ گم ہوا ہے۔

چچا حسینؑ کو کون خبر دیگا کہ ہم کوفے میں بے سہارے رہ گئے ہیں۔" یہ کہا اور دونوں آپس میں لپٹ کر رونے لگے۔

صبح قاضی شریح نے اپنے لڑکے اسد کے ہاتھ ان کو مدنی قافلے میں بھیجدیا وہاں گئے تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ گرد و غبار سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی دور نہیں گیا ہے اسد نے بچوں سے کہا:۔ میں ساتھ جانا مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں تم دوڑ جاؤ قافلہ سامنے ہے پہنچ جاؤ گے۔ کہنا ہم کو مدینے لے چلو۔ قافلے والے ساتھ لے لیں گے۔

بچے کبھی اکیلے نہ چلے تھے۔ اسد کے کہنے اور مصیبت کے خیال سے راضی ہو گئے۔

اور قافلے کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ اور اسد کوفے کو واپس چلا گیا۔ بچے کچھ دور دوڑ کے مگر ہانپ گئے۔ چھوٹا بھائی گر پڑا۔ اُس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اور بڑے بھائی نے اس کو گھسیٹنا شروع کیا اور کہا۔

اُٹھو بھائی چل کوئی دشمن آگیا تو ہم کو مار ڈالیگا۔ ابراہیم نے کہا۔ بھائی دیکھو تو میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا ہے میں کیونکر چلوں۔ محمدؐ نے کانٹا نکالا۔ اتنے میں قافلہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ ان دونوں نے آسمان کو حسرت سے دیکھا اور کہا:-

ہم اکیلے رہ گئے اور قافلہ جاتا رہا

الٰہی! ہم کدھر جائیں۔ ہم تیرے رسول محمدؐ کے بچے ہیں۔ ہم تیرے حبیب محمدؐ کی لاڈلی فاطمہ زہراؑ کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ یہ زمین ہم کو ستاتی ہے اس کے کانٹے ہمارے پیچھے ہیں۔

حیران و سرگرداں کھڑے تھے کہ اتنے میں ابن زیاد کے سپاہی آگئے اور ان کو پکڑ کر لے گئے اس موذی نے حکم دیا رسّی سے ان کے ہاتھ باندھ دو اور جیلخانے میں بند کر دو۔ رات کو ان کے ہاتھ رسی کے بندھنے سے دکھتے تھے اور یہ زار و قطار روتے تھے اور یہ کہتے تھے کل ہمارے ہاتھ چومے جاتے تھے آج ان میں ایک رسّی پڑی ہے جس کو کس کر باندھا ہے۔ ہم بھاگیں گے نہیں ہمارے ہاتھ تو کھول دو۔

ابراہیم چھوٹے بھائی نے کہا۔ بھائی محمدؐ! کیسی اندھیری کوٹھری ہے۔ مدینے میں تو ہم کبھی ایسی اندھیری کوٹھری میں نہیں رہے۔ بھائی مجھے از حد بھوک لگی ہے۔

قیدخانے کے محافظ سپاہیوں میں ایک شخص کو ان کی حالت پر رحم آیا اور اُس نے ان کو چپکے سے چھوڑ دیا اور کہا لو یہ انگوٹھی لو۔ قادسیہ نامی مقام پر جاؤ وہاں میرے بھائی کو یہ انگوٹھی دو بتا وہ تم کو مدینے پہونچا دیگا۔

یہ بیچارے راستہ چلنا کیا جانتے تھے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ قادسیہ کس جانور کا نام ہے دن بھر چلے قادسیہ کا پتہ نہ چلا۔ شام کو جنگل میں ایک کھوکھلے درخت کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے

اور رات رو رو کر کاٹی۔ صبح کو اس درخت کے نیچے چشمے سے پانی لینے ایک لونڈی آئی اس نے جوان بچوں کو دیکھا تو حال پوچھا۔ انہوں نے سارا حال بیان کیا۔ اُس نے آکر اپنی مالکہ سے یہ قصّہ کہا۔ عورت بڑی رحم والی اور مُحبِّ آلِ رسولؐ تھی۔ بچّوں کو بُلا کر بڑی محبت سے اپنے پاس رکھا اور کھلا پلا کر کوٹھری میں سُلا دیا۔ رات کو ان بچوں نے خواب دیکھا کہ "ان کے باپ اور حضرت رسول خداؐ بہشت میں تشریف رکھتے ہیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا مسلم! اپنے بچوں کو اکیلے چھوڑ آئے؟ انہوں نے عرض کی کہ "وہ بھی عنقریب میرے پاس آجائیں گے"۔ یہ خواب دیکھ کر بچے جاگ اُٹھے اور رونے لگے۔ ان کے رونے کی آواز سے عورت کا خاوند جاگ اٹھا۔ اور اس نے بیوی سے پوچھا کہ کون روتا ہے؟ اس نے سارا حال بیان کیا

وہ شخص صبح سے ان بچّوں کی تلاش میں تھا خوش ہو گیا اور کوٹھری میں جا کر ان کے بال پکڑ لئے اور کھینچتا ہوا باہر نکال لایا۔ اس کی بیوی ہاتھ جوڑنے لگی کہ ان بیگناہوں کو نہ ستا ان معصوموں نے کیا خطا کی ہے۔ بچے ہاتھ جوڑنے لگے۔ اور عورت سے بھی کہا۔ دیکھو ہماری امّاں اس وقت تم ہو۔ ہم کو یہ مار ڈالیگا۔ ہم نے کسی کا کچھ نہیں کیا۔ للہ ہم کو بچا لو۔

جس وقت ان گلفاموں نے اپنے دونوں ننھے ننھے ہاتھ جوڑے زمین و آسمان تھرّا گئے ہوں گے۔ پہاڑ پگھل گئے ہوں گے۔ مگر اس موذی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اسی طرح کھینچتا ہوا ابن زیاد کے سامنے لے گیا۔ اور اس نے انعام و اکرام دے کر حکم دیا کہ دریا کے کنارے ان کو لے جا کر قتل کر دو۔

گیسو درازوں کا خون آخر معصوم گلفام، بے گناہ سیّد زادے فرات کے کنارے لائے گئے رسیوں سے مشکیں باندھی گئیں اور ریت میں قتل کرنے کو کھڑا کیا گیا۔

دوپہر کی دھوپ تھی۔ وہ گورے گورے منہ سورج سے تمتا رہے تھے ہاتھ کمر کی طرف

بندھے ہوئے تھے ایک ننھا ننھا بھائی ابراہیم ہم کو اب قتل کریں گے دوسرا ننھا بھائی محمد کیا ہم کو کوئی بچانے والا نہ آئیگا؟ محمد ننھا بھائی کون بچائیگا۔ ہمارا کوفے میں کون ہے مدینہ بھی پاس نہیں جو ہم چچا حسینؑ کو پکارتے یا اماں کو آواز دیتے۔

یہ کہہ رہے تھے کہ جلاد نے تلوار کا ایک ہاتھ چھوٹے ابراہیم کی گردن پر مارا گیسو دراز کا گلا پھول کی طرح کٹ کر گر پڑا۔ لاش تڑپنے لگی بڑے بھائی محمد نے آنکھیں بند کر لیں اور تھر تھر کانپنے لگا کہنا چاہتا تھا کہ مجھ کو چھوڑ دو مگر خوف کے سبب بات منہ سے نہ نکلتی تھی چاروں طرف تماشائیوں کو دیکھ گویا وہ کہتا تھا کہ میں تمہارے پیغمبر کا بچہ ہوں مجھے مرنے سے بچالو۔ مگر اس نے دیکھا کوئی ہاتھ اس کو پناہ دینے والا اور کوئی آنکھ اس پر رحم کرنے والی نہیں ہے کہ اتنے میں اس کے گلے پر بھی جلاد کی تلوار چری اور اس کا سر بھی چراغ کے بجھے ہوئے گل کی طرح جھڑ کر گر پڑا۔ دونوں لاشیں فرات میں بہا دی گئیں اور سر یزید کو بھیجے گئے۔

سیّدنا حسینؑ کا سفر کوفہ

دل تھام لو۔ ابن رسول اللہؐ یعنی سیدنا امام حسینؑ مکے سے روانہ ہوتے ہیں اور کوفے کا سفر کرتے ہیں جب آپ نے سفر کی تیاری فرمائی اور یہ خبر مشہور ہوئی تو مکے کے تمام بڑے بڑے دانشمند بزرگ حضرت امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ کوفیوں کے قول و قرار پر نہ جایئے وہ نہایت بے وفا اور دغا پیشہ لوگ ہیں ان سے ہرگز توقع نہیں ہے کہ آپ کا ساتھ دیں۔

حضرت امام نے فرمایا:۔ اب تو میں ارادہ کر چکا میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مگر یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ میرے سبب مکہ معظمہ میں خونریزی ہو۔ حدیثوں میں جس خونریزی کی پیشین گوئیاں آئی ہیں اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ مکہ معظمہ میں خون بہائے جائینگے میں نہیں

چاہتا کہ ان خبروں کا مصداق بنوں۔ یزید مجھکو کبھی یہاں چین سے نہ بیٹھنے دیگا۔ اور ضرور لڑائی ہوگی۔ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ میں مکے سے باہر نکلجاؤں تاکہ جو کچھ ہو حرم مقدس کے اندر نہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے عرض کیا اور یہ خاندان رسالت میں بڑے بوڑھے اور بہت عقلمند تھے)

اے ابن رسولؐ اللہ! مکے سے نہ جاؤ۔ حرم خدا کا دامن نہ چھوڑو۔ آپکے والد نے مدینے کو چھوڑا اور کوفے جا کر بسے تو کیا نتیجہ پایا۔ آپ نے خود ہی دیکھ لیا کہ کوفیوں نے کیسی کیسی بے وفائیاں ان کے ساتھ کیں۔ یہاں تک کہ وہ خود شہید کر دیئے گئے اپنے بھائی حسن کا انجام دیکھ لیا کہ ان کو زہر دے کر مار ڈالا اور زہر دینے سے پہلے کیسے ارادے اُن کی ہلاکت و تباہی کے کئے۔ اب تم ان پر بھروسہ نہ کرو۔ انکے خطوط کا اعتبار نہ ان کی قسموں کا کچھ ٹھیک ہے سخت مکار اور بزدل قوم کوفیوں کی ہے۔

حضرت امامؑ نے ارشاد کیا بھائی صاحب آپنے سچ فرمایا بہتری کو آپ ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ اور آپ کا مشورہ بالکل درست ہے۔ مگر مسلم ابن عقیل کا خط آیا ہے کہ بارہ ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور کوفیوں کے قاصد خود میرے پاس برابر آ رہے ہیں اور بیشمار خط لا رہے ہیں "

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا:۔ اچھا خیر۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہ بقرعید کا مہینہ گزرجانے دو۔ نیا سال شروع ہوگا اُس وقت دیکھ لینا۔

حضرت امامؑ نے فرمایا: "اب دیر کا وقت نہیں ہے۔ جلدی جانا چاہئے مجھے اندیشہ ہے کہ خود مکے میں مجھپر حملہ کرینگے اور خانۂ خدا کی میرے سبب سے بےحرمتی ہوگی۔

حضرت ابن عباسؓ بولے:۔ تو بال بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ کوئی تم کو خلافت کیلئے بلاتے ہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ یزید سے لڑائی اس خلافت کے لئے ضرور ہوگی پس

بچوں کو ساتھ لے جانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

اور اے حسینؓ! تم یہ خیال کرو کہ اگر بارہ ہزار کوفی تمہارے حلقۂ بگوش ہو گئے ہیں تو انہوں نے خود یزید پر حملہ کیوں نہ کیا۔ اگر وہ سچے ہوتے تو بارہ ہزار تھوڑے نہیں ہیں اب تک یزید کا قلع قمع کر چکے ہوتے۔ اِس کے بعد تم کو بلاتے تو بجا اور ٹھیک تھا۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تم ہی کو آگے رکھنا چاہتے ہیں۔ تو یہ سمجھو کہ آج یزید کے پاس ملک ہے حکومت ہے روپیہ ہے فوج ہے۔ ان دنوں دین کی خاطر کون لڑتا ہے۔ طاقت اور روپیہ کو سب دیکھتے ہیں اور تمہارے پاس ان میں سے ایک بھی نہیں۔ پھر تمہارا دار لوگوں پر کیا خاک ہوگا۔ آج تم سے بیعت کی ہے کل کسی طاقت والے کو دیکھیں گے تو اس کے ڈر سے تم کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر تمہارے ہی خلاف تلوار لیکر کھڑے ہوں گے تم کو قتل کریں گے اور تمہارے بال بچوں کو لونڈی غلام بنائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ عبداللہ ابن زبیرؓ تم کو پٹی پڑھا رہے ہیں۔ اور کوفے جانے کا اشتعال دیتے ہیں۔ ان کے دم میں ہرگز نہ آنا۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم آگے بڑھو اور قتل ہو جاؤ اور ان کے لئے خلافت کا میدان صاف ہو جائے۔

حضرت امامؑ نے فرمایا: "اچھا میں غور کروں گا"

پھر عبداللہ ابن زبیرؓ امامؑ کے پاس آئے اور کہا: بھائی لوگ کہتے ہیں میں نے تم کو جانے کا مشورہ دیا ہے اور میری اس میں کوئی غرض ہے حاشا وکلا میں نہیں چاہتا کہ تم جاؤ۔ لاؤ ہاتھ لاؤ۔ میں تمہاری بیعت کو تیار ہوں۔ بیعت کر کے میں تمہارے آگے تلوار چلاؤں گا۔ اور تمہارے دشمنوں سے لڑوں گا۔ میری صلاح یہ ہے کہ تم ہرگز کوفے نہ جاؤ۔

حضرت امامؑ نے فرمایا: بھائی میں تو مکے کی خونریزی سے ڈرتا ہوں۔ یہاں رہا تو میرے سبب خانہ خدا کی بے ادبی ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ نے مکے سے کوچ فرمایا۔ تو باہر عمرو بن سعید ابن العاص حاکم مکہ سامنے آیا اور کہا: میں آپ کو نہیں جانے دونگا۔ اور اگر آپ

جائیں گے تو لڑدوں گا۔

حضرت امام نے فرمایا۔ لِیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ میرے واسطے میرا عمل۔ تمہارے لئے تمہارے اعمال اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔ آخر عمرو بن سعید نے کسی مصلحت سے زیادہ اصرار رد کرنے میں نہ کیا اور آگے جانے کے لئے آپ کو راستہ دیدیا اور آپ روانہ ہوگئے۔ اس وقت حضرت امام نے مدینے شریف کی طرف رخ کرکے یہ فرمایا:۔

مدنی باپ کو رخصتی سلام سلام اے نانا! سلام اے بیکسوں کے غمگسار! سلام اے بے پناہوں کے حامی!! آپ کا حسین گھر سے بے گھر ہوتا ہے۔ اور بیابان غربت میں جاتا ہے۔ میری آنکھیں آپ کے مزار کے دیدار سے محروم کوئی چلی ہیں۔ دشمنوں نے مجھکو آپ سے جدا کیا اور خانہ خدا میں بھی نہ رہنے دیا۔

میں آپ کی لاڈلی بیٹی فاطمہؓ کا بچہ ہوں میں آپ کے بھائی علیؑ کا نور چشم ہوں میں وہ ہوں جسکو آپنے اپنے کندھے پر اٹھایا جسکو آپنے گودوں میں کھلایا۔ مگر آج میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا۔ اور مجھ کو تلواروں اور نیزوں کے سامنے بلایا جاتا ہے میرے سر پر نہ آپکا سایہ ہے جن پہ مجھ کو ناز تھا اور جن کے دم سے میری عزت تھی نہ بابا جان زندہ رہے جو میرے سر دھرے تھے۔ اور نہ وہ باقی رہیں جنھوں نے مجھے چکیاں پیس پیس کر پالا تھا۔ جو میری تکلیف سے بے چین ہوجاتی تھیں جن کا نام فاطمہ زہراؓ تھا میری بیچارگی حد سے بڑھ گئی ہے اور میں حق اور باطل پر اپنی ہستی قربان کرنے چلا ہوں۔

رخصت اے بابا رخصت۔ مجھ کو حسینؑ کہکر پکارنے والے وداع۔ مدینے میں سونے والے۔ صَلَوٰۃُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْکَ۔

بیمار بیٹی کی جدائی حضرت امام کے ساتھ سارا کنبہ اور بال بچے تھے مگر حضرت فاطمہ صغرا کو آپنے انکی بیماری کے سبب مدینے میں چھوڑ دیا تھا جس

وقت حضرت امام اُن کو اکیلا چھوڑ کر مکے سے روانہ ہوئے۔ فاطمہ صغرا بے قرار ہوگئیں ہونٹ نے نازِ خنزرا نہ سے اپنے مسافر باپ کی عبا کا دامن پکڑ لیا اور کہا:۔

"بابا مجھ کو اکیلا نہ چھوڑو۔ میں تمہاری جائی ہوں۔ تمہاری دید میرے مرض کو شربت کا پیالہ ہے۔ سب کو ساتھ لئے جاتے ہو۔ شیر خوار بھائی عبداللہ تک ہمراہ ہیں۔ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ میں بھی چلوں گی۔

حضرت امام نے فرمایا: تم بیمار ہو۔ راستہ کی گرمی اور سفر کی سختی سے اندیشہ ہے کہ مرض زیادہ نہ ہو جائے تم حضرت اُمِ سلمہ کے پاس رہو۔ اچھی ہو جاؤ گی تو بلالیں گے۔

مکے سے مکے والے کا فراق

مکے سے مکے والا جدا ہوتا ہے۔ کعبہ سیاہ چادر اوڑھے چپ چاپ اس شہید کو دیکھ رہا ہے۔ حرم کے در و دیوار سناٹے میں دم بخود کھڑے ہیں کہ ان سب کی آبرو کا رکھوالا اُن کی خاطر پردیس جاتا ہے تاکہ دشمن ان کو خراب نہ کریں۔ حرم اور خانہ خدا اپنے اصلی وارث کو خدا حافظ کہتا ہے۔ اب یہاں دوبارہ یہ چہرہ نظر نہ آئیگا۔ آج سے ابن رسولؐ کا طواف ختم ہو جائیگا۔ زمزم کا پانی آنکھوں میں آنسو بھرتا ہے کہ کوثر کی طلب میں میرا دلدار مجھ سے جاتا ہے زمزم کو کوثر سے رقابت کا خیال ہے۔ دیکھنا اس کی آہوں کا دھواں کیسا پیچ و تاب کھا کر نکل رہا ہے مکے کی گلیوں نے اپنے شہزادے کی پشت دیکھی اور کہا خدا جلدی پھر منہ دکھائے آس پاس کی پہاڑیوں نے جھانک جھانک کر ابنِ رسولؐ کے دیدار کئے اور خدا حافظ کہا:۔

خاندانِ نبوت کا یہ قافلہ آٹھ ذی الحجہ کو اور بعض کہتے ہیں کہ تین ذی الحجہ کو مکے سے رخصت ہوا۔ مگر تیسری تاریخ کی روایت درست معلوم ہوتی ہے۔ آٹھ ہوتی تو حج میں صرف ایکدن باقی رہتا تھا۔ حضرتِ امام حج کو نہ چھوڑتے۔ وہ تو مجبوری ہی ایسی تھی اور خطرہ ہی ایسا تھا کہ اگر ٹھہرتے تو حج ہی کے دن یزید کے ماتحت حکام مکے میں آپکو گرفتار کرتے اور حرم میں خون کے نالے بہتے ورنہ حضرت امام حج کو چھوڑ کر جانے والے نہ تھے اسکا گناہ بھی بنی اُمیہ کے نامۂ اعمال میں

لکھا جائیگا جن کے مخدوش ارادوں کے سبب حضرت امامؑ کو حج چھوڑنا پڑا۔
مکے سے ایک منزل گئے ہوں گے کہ راستہ میں یمن کا خزانہ ملا۔ یہ خراج تھا ملک یمن کا جو یزید کے پاس جا رہا تھا۔ حضرتِ امام نے فرمایا امامت اب میری ہے اور حق بھی میرا ہے اس خزانے کو لے لو اور میرے ہمراہیوں میں تقسیم کردو۔
اس حکم کی تعمیل کیگئی اور خزانہ یزید کے نوکروں سے چھین کر خاندانِ نبوت میں تقسیم کردیا گیا۔
اور آگے بڑھے تو مشہور شاعر فرزدق جس کو خاندانِ رسالت سے از حد محبت تھی کوفے سے آتا ہوا ملا۔ حضرت امامؑ نے اس سے کوفے کی خبر پوچھی۔ بولا کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں ان کی تلوار دشمنوں کے ساتھ ہے اور قضا کا فیصلہ آسمان کے ساتھ ہے۔
حضرت امامؑ آگے بڑھے آپ چلنے میں بہت جلدی کرتے تھے اور اپنے بصری رہنما سے فرماتے تھے جلدی چلو ایسا نہ ہو یزید ہوشیار ہو جائے اور اس کی فوجیں آکر میرے ارادوں میں بارج ہوں۔ اِدھر کوفے کا یہ حال تھا کہ حضرت مسلم کو شہید کر کے ابن زیاد نے لشکر کوفے کے باہر تمام ناکوں اور گھاٹیوں میں پھیلا دیا تھا کہ حضرتِ امام آئیں تو کوفے نہ پہونچ سکیں اور راستے ہی میں کام تمام کردیا جائے۔
حضرت امام اور آگے بڑھے تو آپ کو حضرت مسلم کی شہادت اور کوفیوں کی بے وفائی کا حال معلوم ہوا۔ آپ نے اسی وقت چاہا کہ مکے کو واپس چلے جائیں۔ مگر حضرت مسلم کے بھائیوں نے کہا ہم تو مسلم کا عوض لیکر اُلٹے پھرینگے۔ مجبوراً حضرت امامؑ نے پھر آگے کوچ فرمایا۔
راستے میں حُر بن یزید تمیمی اپنی فوج کے ساتھ ملے یہ خاندان رسالت کے سچے دوست تھے اور عمرو بن سعد کے لشکر سے بطور دیدبانی آگے بھیجے گئے تھے۔ حُر نے جو حضرت امامؑ کو دیکھا تو نہایت ادب سے سلام کیا اور کہا حضور کوفے نہ جائیے اور فوراً مکے کو واپس تشریف لے جانیکا قصد فرمایئے عمرو سعد فوج لئے چلا آرہا ہے اور کوفے والے سب آپ سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔
یہ سن کر حضرتِ امامؑ فوراً واپس پھرے اور دس کوس جاکر ٹھیرے۔ اس مقام کا نام کربلا

ابھی آپ نے قیام فرمایا ہی تھا کہ عمرو سعد کو اطلاع پہونچی اور وہ فوج لیکر کربلا میں آ گیا حضرت امام کے ساتھ ۷۲ آدمی تو اپنے کنبے کے تھے اور ۴۰ آدمی فوجی تھے۔ آپ نے جو سامنے لشکر آتا دیکھا تو صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے۔ عمرو سعد خود آگے بڑھ کر آیا اور حضرت امامؑ سے مخاطب ہو کر بولا۔

اے حسینؓ السلامُ علیک۔ اگرچہ خلافت کے تم ہی زیادہ حقدار ہو۔ مگر خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہے تم سے جنگ و جدل نہ ہو سکیگا۔ تمہارے والد حضرت علیؓ سے بھی یہ کام نہ چل سکا تھا اور ان کی ساری خلافت جھگڑوں میں کٹی تھی۔ لہٰذا تم اس ارادے سے باز آ جاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ لڑائی میں تم فتح پاؤ گے یا یزید لیکن خونریزی ضرور ہو گی۔

حضرت امامؑ نے فرمایا: میں تین باتیں چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ مکے چلا جاؤں اور وہاں گوشے میں بیٹھ کر یادِ خدا کروں۔ دوسرے کسی اور ملک میں جا کر بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہندوستان جا کر (خوش نصیب ہند کہ وہ ابن رسولؐ کے دل میں تھا) جہاد کروں اور وہیں کی بود و باش اختیار کروں۔ تیسری بات یہ ہے کہ راستے چھوڑ دو۔ میں خود دمشق میں یزید کے پاس چلا جاؤں جیسا کہ میرے بھائی حسنؑ معاویہ کے پاس چلے گئے تھے۔

(طبری کا بیان ہے کہ شیعہ اس آخری روایت کو تسلیم نہیں کرتے یعنی وہ کہتے ہیں کہ حضرت امامؑ نے یزید کے پاس جانے کی خواہش نہیں کی تھی۔

عمرو سعد نے کہا۔ بہت اچھا۔ میں اس کی اطلاع ابن زیاد کو دیتا ہوں۔ اس کی اجازت آنے پر فیصلہ ہو جائے گا۔

عمر سعد نے ابن زیاد کو یہ ساری کیفیت لکھی۔ ابن زیاد نے جواب دیا پہلے حسینؑ کو میرے پاس آنا چاہیے۔ اوّل میری بیعت کریں اس کے بعد یزید کے پاس میرے ذریعہ سے بھیجے جائینگے عمر سعد نے حضرت امامؑ کو ابنِ زیاد کی خواہش سے آگاہ کیا حضرت اس گستاخانہ درخواست

سے سخت برہم ہوئے۔ اور فرمایا۔

ابن زیاد کون ہوتا ہے اس کی کیا ہستی ہے جو میری بیعت کی آرزو کرے یزید میرا ذرا تبعدار بھائی ہے میں اس کے پاس جاسکتا ہوں اگر ابن زیاد کو کچھ خیال ہے تو اپنے کسی معتبر آدمی کو میرے ہمراہ بھیجدے۔

عمر و سعد نے یہ پیام ابن زیاد کو بھیجا ابن زیاد نے جوابدیا ہرگز نہیں ہوسکتا پہلے حسین ؑ کو میری بیعت کرنی ہوگی۔

کربلا میں حضرت امامؑ پہلی محرم کو پہونچے تھے اور اس نامہ و پیغام میں سات دن گذر گئے آٹھویں محرم کو ابن زیاد نے عمر و سعد کو حکم بھیجا کہ تجھ کو لڑنے اور حسین ؑ کا سر لانے کیلئے بھیجا یا صلح کی بات چیت کرنے کو۔ اس خط کے پہونچتے ہی یا تو حسینؑ کو لا۔ یا اس کا سر بھیجوا۔

اندرنامہ بر سے کہدیا کہ اگر عمرو میرا خط دیکھتے ہی لڑنے کو کھڑا ہوجائے تو بہاور نہ اسی وقت اس کو قید کرکے میرے پاس بھیجدیجیو میں دوسرا سردار اس کی جگہ روانہ کردونگا۔

اور اسی وقت ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو بلایا اور کہا عمر و سعد منافقت کرتا ہے دل سے حسینؑ کے ساتھ ہے۔ اور ظاہر میں میری ہمراہی کا دم بھرتا ہے۔ جب میں نے اس کو مقرر کیا تھا اس وقت بھی اس نے حیلے حوالے کئے تھے مگر میں نے اس کو رَے کا علاقہ دینا کیا۔ اس شرط پر کہ حسینؑ سے لڑے تب اس نے یہ مقابلہ منظور کیا تھا معلوم ہوتا ہے اب بھی اس کی نیت میں خرابی ہے۔ میں نے قاصد سے کہہ تو دیا ہے کہ عمر و سعد میرے خط کی تعمیل نہ کرے تو اس کو قید کرلیجیو۔ مگر اندیشہ ہے کہ اس کے اسیر کرنے میں بہت خونریزی ہوگی اور ہم آپس میں کٹ مریں گے۔

اے شمر! توجا۔ اور عمر و سعد کو دیکھ۔ اگر وہ لڑائی میں کاہلی کرے تو تو حسینؑ کا سر کاٹ لا۔ میں تجھ کو رَے کا علاقہ دیدونگا۔

شمر نے کہا بسر و چشم تابعداری کو حاضر ہوں مگر میری ایک درخواست ہے اور وہ یہ ہے

کہ میری بہن حضرت علی ؑ کے نکاح میں تھی۔ اور اس کے چار بیٹے ہیں ایک کا نام عبید اللہ دوسرے کا جعفر تیسرے کا عثمان۔ چوتھے کا عباس۔ چونکہ یہ چاروں میرے بھانجے ہیں اس واسطے میں ان کی امان چاہتا ہوں۔ اگر حسین گرفتار ہوں تو یہ چاروں چھوڑ دیئے جائیں اور ان کی جان نہ لی جائے۔

ابن زیاد نے کہا مجھے یہ درخواست منظور ہے۔ آٹھویں محرم کی صبح کو پہلا قاصد عمرو سعد کے پاس ابن زیاد نے بھیجا تھا اور اسی آٹھویں کی شام کو شمر روانہ ہوا۔ اور نویں تاریخ کو عصر کے وقت عمرو سعد کے لشکر میں پہونچا۔)

پہلا قاصد جب عمرو سعد کے پاس آیا تو عمرو سعد اسی وقت لڑنے کو تیار ہو گیا اور حضرت امام کے سامنے آ کر ابن زیاد کا حکم سنایا اور کہا اب میں مجبور ہوں لڑائی سے گریز کرتا ہوں تو نوکری جاتی ہے اس پر حضرت امام ؑ نے صرف ایک دن کی مہلت طلب کی تھی اب جو عصر کے وقت شمر پہنچا تو اُس نے یہ سن کر کہ عمرو سعد نے حضرت امام کو ایک دن کی مہلت دیدی ہے بہت بگڑا اور کہا۔ میں حسین ؑ کو ایک ساعت کی مہلت نہیں دونگا اگر تو نہیں لڑتا فوج مجھ کو دے میں لڑنے کو جاتا ہوں۔

عمرو سعد نے پھر حضرت امام ؑ کو پیام بھیجا کہ ابن زیاد کا دوسرا قاصد آیا ہے اور ابھی لڑائی چاہتا ہے۔

حضرت امام ؑ نے جواب دیا۔ دن تو ختم ہونے کو آیا۔ اب باقی ہی کیا رہا ہے۔ رات بھر اور صبر کرو۔ صبح ہم لڑیں گے۔ کیا رات کے رات میں ہم کہیں بھاگ جائیں گے۔

آخر مجبوراً ان لوگوں نے رات بھر کی مہلت دیدی۔ ابن زیاد نے یہ حکم بھی عمرو سعد کو بھیجا تھا کہ فرات پر قبضہ کر لیا جائے۔ حسین ؑ کو پانی نہ ملے اور اُس کو اس طرح پیاسا قتل کیا جائے جس طرح اس کے باپ علی ؑ نے عثمان ؓ کو پیاسا قتل کرایا تھا۔ اور جب حسین ؑ کو قتل کر چکو تو اس کے جسم کو گھوڑوں کے پیروں میں روند ڈالنا۔

یہ حکم پاکر عمرو سعد نے فوراً عمرو بن الحجاج کو ۵۰۰ سوار دیکر فرات پر بھیجدیا کہ پانی کی روک تھام ہوجائے اور حسینؑ تک پانی نہ پہونچنے پائے۔

حضرت امامؑ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو ۵۰ آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ جاکر پانی لے آؤ۔ اور بھر لو کہ کل لڑائی کے وقت پیاس کی تکلیف نہ ہو۔

حضرت عباسؑ فرات پر گئے تو لڑائی ہوئی اور وہ پچاس کے پچاس آدمی سب کے سب شہید ہوگئے اور حضرت عباس رض زخمی ہوکر واپس آگئے۔

فرات کی اس لڑائی کے جو حالات مرثیوں میں سُنے جاتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے جب دونوں ہاتھ شہید ہوگئے تو آپ نے مشک دانتوں میں پکڑلی اور پانی لیکر آئے، مجھے کسی معتبر کتاب میں یہ واقعات اس تفصیل سے نہیں ملے ممکن ہے ایسا ہوا ہو کیونکہ عباس علیؓ شیر خدا کے فرزند تھے۔ ان کی دلیری اور بہادری میں کس کو کلام ہوسکتا ہے انہوں نے اس لڑائی میں جیسی جرأت، صبر اور ہمت سے کام لیا ہو کم ہے۔ بنی فاطمہؓ ایسے ہی سرفروش اور کام کے دھنی ہوتے آئے ہیں۔ درود و سلام ان پر کہ خدا نے ان کی عجیب شان بنائی تھی۔

دسویں محرّم کا سویرا

دسویں محرم اور جمعہ کا دن آگیا۔ سورج نے اپنا فکرمند چہرہ شعاعوں کی برچھیوں کے گردے میں بلند کیا۔ حضرت امامؑ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کرکے فرمایا:۔

جو کچھ ضمیر حق تھا ادا کرچکے۔ اب جانوں کا امتحان ہے۔ مجھے خبر نہ تھی کہ لڑائی پیش آئیگی دشمن گنتی میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ میں نے تو اپنی زندگی سے ہاتھ اٹھالیا۔ اب تم کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں جسکا جی چاہے یہاں سے چلا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ صرف میرے نابود کرنے کو آئے ہیں تم سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ تم جاؤ گے تو کچھ روک ٹوک نہ کرینگے۔ تم

اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب تم بھی بربادی وتباہی میں پڑو۔ سب غلاموں، اور نوکروں اور ساتھیوں نے جواب دیا۔

آقائے نامدار! آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ کیا ہم رسول خداؐ کے فرزندوں کو اکیلا چھوڑ کر چلے جائیں۔ بیشک، آپ نے آزادی دیدی۔ مگر قیامت کے دن آپکے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ کیا آپ اُس دن ہم سے یہ کہوانا چاہتے ہیں کہ اے رسول اللہؐ آپ کے بچوں کو ہم لائے اور دشمنوں کو زیادہ دیکھ کر ان کو اکیلا چھوڑ دیا اور خود جانیں بچا کر بھاگ گئے۔

توبہ توبہ۔ ہم ہرگز منہ نہ پھیریں گے۔ آپ ہم کو لڑائی کے لئے نہیں لائے تو کیا ہوا۔ ہم تو لڑنے کے واسطے آمادہ ہو کر آئے ہیں۔ ہم نے تو کفن پہن لیا ہے ہم نے تو سر ہتھیلی پر رکھ لئے ہیں۔ ہم سب قربان ہو جائیں گے۔ ہماری جانیں فدا ہو جائیں گی تب حریف آپ پر نظر اٹھا سکیگا۔ ورنہ اُس کی کیا مجال کہ ابنِ رسول اللہؐ کو ٹیڑھی نگاہ سے بھی دیکھ سکے۔ یہ کہہ کر انہوں نے پرجوش نعرے لگائے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر تکبیریں کہیں۔

حضرت امامؑ کو ان کی وفاداری سے رونا آگیا اور آپ نے فرمایا: "اے میرے بہادر دوستو! خدا تمہاری عاقبت بخیر کرے۔ اور شہادت کا درجہ عطا فرمائے تمہاری جاں نثاری قیامت کے دن مقبول ہو۔"

اسی دن بنی طے کا ایک شخص طرماح بن عدی کوفے میں کسی کام کو آیا تھا اس نے جب یہ حال سُنا تو حضرت امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:۔

آپ میرے ہمراہ بنی طے میں چلئے۔ میں پانچ ہزار لڑنے والے سپاہی آپ کو دونگا۔ جو کوفیوں کی طرح جفا کار و بے وفا نہیں ہیں۔ ابن رسولؐ کے قدموں پر فدا ہو جائیں گے۔

حضرت امامؑ نے فرمایا:۔ میں اکیلا تمہارے ساتھ کیسے جاؤں جب ان لوگوں نے میرا ساتھ نہ چھوڑا تو میں انکو کیونکر چھوڑ دوں اور سب کو ہمراہ لیکر جا نہیں سکتا۔ حریف جانے نہ دینگے۔

رفیقوں نے عرض کی:۔ حضور تشریف لیجائیں ہمارا خیال نہ فرمائیں دشمن تو آپکو چاہتے ہیں ہم سے انہیں کیا غرض ہے۔ آپکو نہ دیکھیں گے تو ہم سے کچھ پرخاش نہ کریں گے اور کریں بھی تو کیا اندیشہ ہے۔ آپ کی سلامتی ضروری ہے۔ آقا سلامت ہو تو غلام ہزار پیدا ہو جائینگے

حضرتِ امام ؑ نے فرمایا:۔ دیوانے ہوئے ہو۔ یہ دنیا بال بچوں اور دوست احباب کے دم سے ہے۔ جب یہ نہیں تو جینا بیکار ہے۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ اے حسین ؑ فکر نہ کر آج رات کو تو میرے پاس آجائیگا۔

یہ سن کر سب ہمراہیوں نے نعرہ لگایا اور کہا:۔ یا امام ؑ! اگر ہم بھی مارے گئے تو آپ ہم کو بھی بہشت میں ہمراہ لے کر چلیں گے؟

ارشاد ہوا۔ خدا کی قسم بغیر تمہارے جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔ یہ سنکر طرماح بن عدی چلا گیا اور اس کی مدد منظور نہ ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے حکم دیا خیموں کے آس پاس خندق کھود دی جائے اور اس میں آگ جلائی جائے۔ تاکہ دشمن خیموں میں آنے کا ارادہ نہ کرے اسکی تعمیل کیگئی تو غنیم کی صفوں سے شمر ذی الجوشن نکل کر آیا۔ اور کہا:۔

اے حسین ؑ! دنیا میں بھی آگ ہے اور آخرت میں بھی آگ ہو گی جیسا کہ تیرا باپ علی ؑ آگ میں گیا۔

حضرتِ امام ؑ نے جواب دیا:۔ کج امت۔ کل قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کون آگ میں ہے۔

جاں نثاروں میں سے ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں شمر کے ایک تیر ماروں اور اس گستاخی کا مزا چکھاؤں۔ آپنے منع کیا اور فرمایا میں دشمن پر حملہ کرنے کی پہل نہ کرونگا جیسا کہ میرے والد حضرت علی ؑ نے ابتدا لڑائی کی نہیں کی تھی اور پہل دشمن کی طرف سے ہوئی تھی

پانی کی بندش کے سبب بچوں میں پیاس کی تکلیف ہونے لگی اور ان کے رونے کی آواز

بلند ہوئی تو آپ نے خیمہ میں پیام بھجوایا کہ رونا بند کیا دو۔ دشمن قریب ہے وہ ہماری بیقراری دیکھکر شیر ہوگا اور ہم سب کے دل ٹوٹ جائیں گے۔

اس کے بعد آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور یہ دعا فرمائی:- الہیٰ! جس نے میرے ساتھ دغا کی اور میری بیعت توڑی اُس کو جلدی سزا دے اور عہد شکنی کا مزا چکھا۔

اس کے بعد حضرت امام نے اپنی صف بندی کی۔ ۲۰ / اہل بیت اور ۴۰ / ساتھیوں کو دائیں بائیں سے آراستہ کیا اور خود گھوڑے سے اُتر کر اونٹنی پر سوار ہوئے اور دشمن کی صفوں کے قریب گئے۔ چاہتے تھے کہ ان کے سامنے تقریر شروع کریں کہ خیموں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت امام ؑ کو یہ رونا بڑا معلوم ہوا۔ اور آپ نے فرمایا ابن عباس ؓ نے کے سے چلتے وقت سچ کہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لیجاؤ۔ علی اکبرؑ تم جاؤ اور ان سب کو رونے سے منع کرو۔ کہنا کل جی بھر کر رو لینا۔ آج خاموش رہو تمہارے رونے کا اور ساری عمر روتے رہنے کا وقت بھی قریب آرہا ہے۔

بہ حکم دیگر دشمنوں سے خطاب کیا اور فرمایا:- جو تم میں سے مجھ کو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا سب کو چاہیئے کہ آج جان لے کہ میں رسولخدا کا نواسہ ہوں۔ اور رسول ؐ کے بھائی کا بیٹا ہوں جو سب سے پہلے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اور اس فاطمہ زہراؑ کا فرزند ہوں جو رسول خدا کی چاہیتی بیٹی تھیں۔

ابھی اس حدیث کے خود رسول خدا کی زبان سے سننے والے ہزاروں موجود ہیں آنحضرت نے فرمایا حسنؑ حسینؑ جنت کے جوانوں کے سیّد ہیں۔ گویا میرے جنتی ہونے کی بشارت موجود ہے یقین مانو کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ نماز کو کبھی ترک نہیں کیا کسی مومن کا دل کبھی نہیں دکھایا۔

حضرت عیسیٰ کا گدھا زندہ ہوتا تو عیسائی اس کی عزّت کرتے۔ یہودیوں میں بھی حضرت موسیٰ کی کوئی نشانی موجود ہوتی تو وہ بھی اس کی حرمت کا خیال رکھتے۔ تم کو کیا ہوگیا کہ اپنے

رسول ؐ کے نواسے کو قتل کرنے جمع ہوئے ہو، نہ خدا سے ڈرتے ہو نہ رسول ؐ سے شرم رکھتے ہو۔ میں نے ساری عمر کسی کا خون نہیں کیا مجھ پر کسی کا قرضہ نہیں ہے مجھ پر کسی کا قصاص نہیں ہے۔ پھر میرا خون حلال کیونکر سمجھا جاتا ہے؟

میں ایک تارک دنیا آدمی تھا۔ مدینے میں اپنے نانا کے مزار پر چپ چاپ بیٹھا یادِ الٰہی کرتا تھا۔ مگر دشمنوں نے مجھکو مجبور کر دیا۔ اور میں ناچار مدینے سے نکلکر مکے میں آیا اور خانہ خدا کے سایہ میں اللہ اللہ کرنے لگا۔ تو تم کوفیوں نے مجھکو خط لکھنے شروع کئے اور قاصد پر قاصد بھیجکر مجھکو بلایا کہ ہم آپ کی بیعت کریں گے۔ جب میں آ گیا تو تم بیوفا ہو گئے اور اُلٹے مجھ پر تلوار کھینچکر کھڑے ہوئے۔ آج میں تم سے وہ کہتا ہوں جو حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا تھا

"پروردگار سے اپنے اور تمہارے لئے رحمت مانگتا ہوں۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو اجازت چاہتا ہوں کہ مجھکو اپنے پاس سے جانے دو اگر میری مدد نہیں کرتے تو مجھ کو قتل تو نہ کرو۔ اور راستہ دو کہ میں خانۂ خدا یا مدینے میں اپنے نانا کے مزار پر چلا جاؤں اور خاموش بیٹھ جاؤں تاکہ یہ زندگی ختم ہو جائے اور آخرت میں معلوم ہو کہ حق کس کا تھا۔"

کوفیوں کے لشکر نے یہ تقریر سُنی مگر جواب کسی نے نہ دیا۔ ایک ساعت جواب کا انتظار کر کے حضرت امامؑ نے فرمایا:- خدا کا شکر ہے کہ میں نے حجت تمام کر دی۔ اب خدا کے سامنے اپنے حق سے ادا ہو گیا۔ اور اس کے بعد کوفیوں کے ان سرداروں کو الگ الگ نام لے کر پکارا جنھوں نے خط بھیجے تھے۔

اے شیث ابن ربیع اور اے حجاج ابن الحسن اور اے قیس ابن الاشعث اور اے حُر ابن یزید اور اے فلاں اور اے فلاں کیا تم نے مجھ کو خط نہ لکھے تھے اور مجھ کو بلایا نہ تھا جو آج مجھکو قتل کرنے آئے ہو؟

ان سب نے جواب دیا ہم نے کوئی خط نہ لکھا تھا حضرت امامؑ نے خزانچی کو بلایا اور خطا سے

سے اُن کے خطوط نکال کر بلند آواز سے پڑھے اور سب کو سنائے اس پر کوفیوں نے کہا اب ہم اپنی حرکت سے بیزار ہیں۔ اگر ہم نے لکھا بھی تو بُرا کیا۔

یہ سن کر حضرتِ امام ؑ نے یہ دُعا کی:۔

"الٰہی میرا نفس مصیبت کی سختی میں ہے۔ اور الٰہی میں سخت پریشانی میں مبتلا ہوں۔ میری قوت ناپید ہے۔ اب تو ہی میرا وارث ہے۔ اور تیرے ہی ہاتھ میرا انجام ہے۔ کارسازی دکھا اے رحمت والے"

یہ دعا کر کے اونٹ سے اُترے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنی صفوں کو درست کرنا شروع کیا اور انتظار کرنے لگے کہ لڑائی کی شروعات پہلے دشمن کی طرف سے ہو چنانچہ حریف کی سپاہ سے ایک شخص عبد اللہ ابن جون نکل کر آیا اور بولا:۔

بشارت ہو دوزخ کی اے حسینؑ!

حضرتِ امام ؑ نے فرمایا تجھ پر تو خدا کی رحمت ہے۔ اور میرے شفاعت کرنے والے تو رسول خدا ہیں۔ مجھے دوزخ کی کیا خبر دیتا ہے۔ خدا تجھ کو آگ میں جلا دے۔ حضرت امام کی زبان سے اس فقرے کا نکلنا تھا کہ دشمن کا گھوڑا بھڑکا اور دوڑ کر آگ کی خندق میں گر پڑا۔ اور مع اپنے سوار کے جل کر خاک ہو گیا۔

اس کے بعد حُر بن یزید دشمن کی صف سے نکل کر آئے اور اس طرح آئے گویا حملہ کرنے کا ارادہ ہے۔ اور سامنے آ کر کہا:۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

حضرتِ امام ؑ نے جواب دیا اور فرمایا کس ارادے سے آیا ہے؟ عرض کی اس واسطے کہ حضور ؑ کے قدموں میں جان نثار کر دوں اور آپ کے دشمنوں سے لڑ کر مر جاؤں حضرت امام ؑ نے فرمایا خدا تجھ کو جزائے خیر دے۔

ادھر شمر ذی الجوشن نے عمرو سعد سے کہا اب دیر کا وقت نہیں ہے۔ ورنہ حُر کی طرح سب لوگ ایک ایک کر کے حسینؑ کی طرف چلے جائیں گے۔

اس پر عمرو سعد نے کمان اٹھائی اور ایک تیر حضرت امامؑ کے لشکر کی طرف پھینکا اور کہا۔
گواہ رہیو کہ جس شخص نے پہلا تیر حسینؑ کے مارا وہ عمرو سعد تھا۔
اس کے بعد دو آدمی عمرو سعد کی فوج سے نکلے ایک زیاد کا غلام تھا اور دوسرا عبیداللہ ابن زیاد کا غلام اور میدان میں آ کر مقابلہ کرنے والے کو بلایا۔ حضرت امامؑ کے لشکر سے بھی دو آدمی حبیب ابن المطہر اور یزید ابن الحصین باہر نکلے۔ حضرت امامؑ نے ان دونوں کو دیکھ کر فرمایا تم ٹھہر جاؤ۔ کیونکہ تم سردار ہو اور سامنے دو غلام ہیں تمہاری شان ان سے مقابلہ کرنے کی نہیں ہے۔ یہ سن کر وہب ابن عبداللہ کلبی باہر نکلے اور کہا میں اکیلا ان دونوں کو کافی ہوں اور ایک ہی حملے میں دونوں غلاموں کا سر اڑا دیا۔
لشکر امامؑ نے تکبیر کہی۔ اور حریف سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔ پھر سالم نام ایک شخص دوڑ کر آیا جس نے وہبؑ پر تلوار ماری جس سے وہب کا بایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا مگر وہبؑ نے دائیں ہاتھ سے ایک ایسا وار کیا کہ سالم دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ لشکر امامؑ نے پھر نعرہ لگایا۔ جس سے میدان گونج اٹھا
اس کے بعد لشکر امام سے یزید ابن الحصین باہر نکلے اور دشمنوں میں سے یزید ابن معقل مقابلے کو آیا۔ سامنا ہوتے ہی حریف کانپنے لگا اور یزید ابن الحصین نے تلوار کے ایک ہی طمانچے میں فی النار کر دیا۔ یزید بن معقل کے مرنے سے لشکر غنیم پر سناٹا چھا گیا اور کعب بن جابر الازدی باہر نکل کر آیا۔ جس نے یزید ابن الحصین کو شہید کر دیا۔ گویا لشکر امام میں وہب کے بعد پہلا شخص جو شہید ہوا وہ یزید کی تلوار باطل جس کے گلے پہ چلی اس کا نام بھی یزید تھا جس نے حق کے امام پر جان قربان کی۔
یزید بن حصین کی شہادت کے بعد لشکر امام سے عمرو بن قرظہ باہر نکلے اور شہید ہو گئے عمرو بن قرظہ کا بھائی علی ابن قرظہ عمرو سعد کی فوج میں تھا۔ اپنے بھائی کی شہادت دیکھ کر بیتاب ہو گیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر امامؑ کے سامنے آیا اور بولا:-

اے کذاب! میرے بھائی کو فریب دیکر اپنا بنالیا اور آخر اس کو قتل کرادیا۔ حضرت امامؑ نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔ نافع بن عمرو نے آگے بڑھ کر فرمایا:۔ دنیا کے کتے! زبان سنبھال کر بات کر۔ رسول خداؐ کے نواسے کو گالی دیتا ہے شرم نہیں آتی۔ یہ کہا اور ایک ہی ہاتھ میں دو ٹکڑے کر ڈالا۔

خدا کی شان ہے ایک ہی وقت میں ایک بھائی جنت میں گیا اور دوسرا دوزخ میں اپنی اپنی قسمت و تقدیر ہے۔

اس کے بعد حضرت حُر باہر نکلے اور رقادیہ کے امیر حصین بن نمیر کو فی النار کردیا اور پھر فوج شام پر حملہ کرکے بہت سے باغیوں کو جہنم رسید کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر عمر و سعد نے حکم دیا کہ حُر کو گھیر لو۔ پیادہ فوج نے حضرت حُر کو حلقے میں لیکر شہید کر ڈالا

اب شامیوں نے باہم صلح کی کہ بنی فاطمہ جان سے ہاتھ دھوکر کھڑے ہوئے ہیں ایک ایک کی لڑائی ہوگی تو ہمارا سارا لشکر تباہ ہوجائیگا۔ بہتر یہ ہے کہ سب مل کر ان پر حملہ کریں۔ ہماری فوج اس کثرت سے ہے کہ حسینؑ کے لشکر پر ہم میں سے ایک ایک آدمی خاک کی چٹکی بھی ڈالیگا تو حسینؑ کی سپاہ دب جائیگی

چنانچہ اس مشورے پر عمل کیا گیا۔ اور ایک دن تمام شامی اور کوفی کالی بلا کی طرح بیکسوں پر ٹوٹ پڑے اور تیروں کا مینہ برسانے لگے۔ لکھا ہے کہ اتنے تیر برسے کہ حضرت امامؑ کے تمام ہمراہیوں کے گھوڑے شہید ہوگئے۔ صرف حضرت امامؑ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے گھوڑے زندہ رہے باقی سب پیدل رہ گئے۔

جب سپاہ مظلوم پیدل رہ گئی اور سب گھوڑے مارے گئے تو شامی اور کوفی بیدانی چیخ چلاتے جانوروں کی طرح اندھا دھند ان پر حملہ آور ہوئے۔ میدان کی گرد ان کے دوڑنے سے ایسی اڑی کہ ایک دوسرے کا چہرہ نظر نہ آتا تھا۔ سخت گھمسان لڑائی ہوتی تھی حملے کے بیچ میں شمرؔ نے خیمے کی جانب رخ کیا۔ امامؑ کے ایک فدائی نے ایسا تیر مارا کہ شمر اوندھے منہ گر پڑا

اس کا گھوڑا مر گیا۔ شمر نے دوسرا گھوڑا منگایا اور سوار ہو کر نعت سنانے کو ڈوموں کی طرح گیت گانے لگا ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ جمعہ تو کون پڑھتا۔ جب جمعہ والجماعت کا قتل سب سے بڑی نماز تھی۔ حضرت امامؑ نے فرمایا۔ ذرا لڑائی کو روک لو۔ نماز ادا کر لینے دو۔ کوفیوں نے منظور نہ کیا اور حضرتؑ نے نماز خوف ادا فرمائی۔

نماز کے بعد دیکھا تو سپاہِ مظلوم کا کام ہو چکا تھا۔ حضرت امامؑ نے چاہا کہ حملہ کریں اس پر ایک فداکار زہیر بن عمیرؓ نے عرض کیا:۔

سرکار! ہم غلاموں کے ہوتے ساتے آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہم زندہ رہیں اور آپ قتل ہو جائیں۔ قیامت کے دن آپ کے نانا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آپ ٹھہریئے۔ اور ہم سب کو قربان ہو لینے دیجیے۔

یہ کہہ کر زہیرؓ نے تلوار اٹھائی اور ایسے لڑے کہ کوفیوں و شامیوں کا منہ پھیر دیا اور آخر خود بھی شہید ہو گئے۔

پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ ایک ایک فدائی آتا تھا اور اپنے داتا کا چہرہ دیکھتا تھا اور نعرہ مارتا تھا اور کہتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ! حضرت سلام کا جواب دیکر فرماتے جَزَاکَ اللّٰہ شاباش! تم چلو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ یہانتک کہ سب پروانے اپنی شمع کے دامن میں جل کر مر گئے اور نوبت خود بدولت اور انکے پھول ور بھائیوں کی آئی

فاطمی ماہ رو

یہ عالم دیکھ کر حضرت امامؑ نے ارادہ کیا کہ اب خود میدان میں تشریف لیجائیں۔ مگر آپکے فرزندوں اور بھائیوں نے روکا اور عرض کیا کہ پہلے ہمکو مر لینے دیجئے ہم میں سے ایک تن بھی باقی ہے تو جہاں پناہ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔

سب سے پہلے شیر خدا علی مرتضیٰؓ کے پوتے امام مظلوم کے بڑے بیٹے علی اکبر میدان میں نکلے اور یہ رجز پڑھا:۔

"میں علی ہوں میں علی ہوں حسینؑ کا بیٹا علیؑ کا پوتا ہمارے ہی گھر میں وحی آتی تھی۔ ہم ہی نبوت کے گھر کے باشندے ہیں آؤ میری تلوار کا تماشا دیکھو وہ ایک پیاسے کی آبدار شمشیر ہے۔ اس کو بھی خون کی پیاس نے تڑپایا ہے آؤ میرے نیزے کی نوک کفر و نفاق کے آلودہ سینے اور دل تلاش کرنے نکلی ہے میرے سامنے کون آتا ہے کہ میرے ہتھیاروں نے دوزخ کے دروازے کھولدیئے ہیں مجھسے مقابلہ کرو کہ میں بنی ہاشم کی آبرو والی جماعت کا سپاہی ہوں میرے سامنے آؤ کہ میں فاطمہ زہراؓ کی ماتا بھری گود سے اُٹھ کر آیا ہوں۔"

یہ رجز پڑھ کر اس گیسو دراز ماہرونے تلوار چمکائی۔ مڑ کر اپنے بیکس باپ کو سلام کیا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا شامی لشکر میں غوطہ مار گیا۔

یہ ماہی بے آب نظر نہ آتی تھی۔ مگر کوفی فوجوں کی صفیں پانی کی موجوں کی طرح زیر و زبر ہوتی تھیں تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز ان کے اندر تڑپ رہی ہے جس کے صدمے سے یہ سمندر تلاطم میں پڑ گیا ہے۔

تھوڑی دیر میں یہ فاطمی ماہ رُو گرد و غبار میں اٹا ہوا، سوکھے ہونٹ، جوش میں لال لال آنکھیں، گھونگر والے بالوں کو ہوا میں اُڑاتا بدحواس سے باہر نکلا اور بابا جان کے پاس آکر بولا: "ابا پیاس پیاس" لاچار باپ نے لاڈلے اور بازو کی قوت کو گلے لگا لیا۔ چہرے اور بالوں کی گرد پونچھی اور فرمایا۔

بیٹا کیا کروں پانی کہاں سے لاؤں۔ حوض کوثر سامنے ہے مرد او ر جام پیو۔ یہ کہہ کر علی اکبرؓ کے منہ میں امام ؑنے اپنی زبان دیدی جس کو چوس کر علی اکبر کو ذرا تسکین ہوئی۔ اور انہوں نے پھر پہلا سا حملہ کیا۔

اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے اور میں نے مرثیوں کی طرح کسی واقعہ میں مبالغہ نہیں کیا کہ علی اکبرؓ نے بارہ حملے کئے اور شامی افواج کی صف بندی کو پاش پاش کر دیا۔ بڑے بڑے

بڑے بڑے سردار لشکر کو سنبھال رہے تھے۔ مگر سوار اور پیادے اس فاطمی ماہرو کی یورش سے بکھرے جاتے تھے اور انتظام قائم نہ رہ سکتا تھا۔

آخر ایک سنگدل منقذ بن مرہ عبدی نامی نے شق القمر کا معجزہ دکھانے والے کے چاند سے بچے کو مار کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اور علی اکبر اللہ اکبر کہہ کر گھوڑے سے گر پڑے۔ خون کے فوارے جوان لاش سے اڑانے لگے جنہوں نے گورے چہرے اور سیاہ بالوں کو لال کر دیا حضرت امامؑ نے اپنے بہادر بیٹے کو گرتے دیکھا تو دوڑ کر میدان میں گئے گھوڑے سے اترے اور دم توڑنے والے کا سر زانو پر رکھا اور فرمایا:-

بیٹا! میں تمہارا باپ حسینؑ ہوں۔ نانا رسولؐ سے سلام کہدینا۔ بابا علیؑ سے سلام کہدینا۔ اماں فاطمہؓ سے سلام کہدینا مجھ کو اکیلا چھوڑ کر جاتے ہو۔ جس باپ سے کبھی اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے اس سے منہ موڑتے ہو۔ ہاں تمہارے دم سے میری کمر مضبوط تھی۔ اب کیونکر اٹھوں میرا سہارا تو تم تھے۔

اے دلاور دوانو! یہ میری اٹھارہ برس کی کمائی ہے جس کی اٹھتی جوانی خدا کے نام پر میں نے خاک میں ملائی ہے۔ تم اپنے بچوں کی بہار دیکھو۔ میں نے اپنے بچے حق کی خاطر چھری تلے رکھ دیے۔

اے مسلمانو! گواہ رہنا حسینؑ نے اپنے جوان بیٹے کو اپنی گود میں لیکر ملک الموت کے حوالے کیا ہے۔ اور ایمان اس کے عوض لیا ہے۔"

یہ کہتے کہتے حضرت امامؑ کی آواز زور سے نکل گئی اور آپ چیخیں مار کر رونے لگے خیمے میں آواز گئی تو حضرت زینب امام مظلوم کی بہن باہر نکل آئیں۔ مگر حضرت امامؑ نے ان کو پھر اندر بھجوایا اور باہر نکلنے سے منع کیا۔

علی اکبر کے بعد عبداللہ ابن مسلم میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔ پھر جعفر ابن عقیل شہید ہوئے اور اب سوائے حضرت امامؑ اور آپ کے پانچ بھائیوں عباس عبداللہ محمد جعفر

عثمان کے اور حضرت قاسم و علی اصغر و علی اوسط کے کوئی زندہ نہ رہا اور جب آپکے پانچوں بھائی بھی شہید ہو گئے تو قاسم ابن حسنؑ جو بہت خورد سال تھے ہتھیار لگا کر میدان میں نکلے حضرت امام نے ان کو روکا اور فرمایا۔ تم ابھی بچے ہو۔ جاؤ گھر میں جاؤ۔ انہوں نے کہا۔ بابا آپکو خدا کی قسم مجھ کو نہ روکئے۔ مجھکو بھی نانا کی زیارت کا ارمان ہے لڑونگا اور ان کے پاس جاؤنگا

حسینی جوہی کا ایک پھول

گلاب و چنبیلی کے پھول کٹ چکے۔ پامال ہو چکے تو حسینؑ بیکس کی جوہی کا پھول بھی پانچ ہتھیاروں کی پانچ پتیاں لیے گلزار کی سوکھی کیاری میں نمودار ہوا۔ اس نے پکارا اور اپنی مہین آواز میں شامی فوج سے کہا:۔

"میں اپنے نانا کے گھر جانا چاہتا ہوں۔ تم اپنی تلواروں سے راستہ کھولو میرا گلا کاٹ ڈالو۔ میرے سینے کو برچھیوں سے چھید لو۔ میں مرنے آیا ہوں۔ میرا نام دنیا کے بچوں میں لیا کرنا اور کہنا حسینؑ کے بچے بھی بہت شوقین تھے اور انہوں نے بھی لڑائی کا کھیل کھیلا اور دشمنوں کو مار کر مر گئے۔"

یہ کہکر قاسم ابن حسینؑ نے حملہ کیا اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے خوب لڑتے گھوڑا دوڑا دوڑا کر جاتے تھے۔ اور اپنا ننھا ننھا پنجہ شامیوں کے چہرے پر مارتے تھے۔ آخر عمرو بن سعد الازدی نے آگے بڑھ کر اس پھول کو جسم کی شاخوں سے توڑ لیا۔ اور قتل کر ڈالا۔

حضرت امام لاش لینے گئے تو آپکے گھوڑے کے بھی تیر لگا۔ اور آپ پیدل رہ گئے حضرت قاسم کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی عین لڑائی کے دنوں میں شادی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی اور سہرا بندھا ہوا تھا۔ یہ سب غلط ہے اول تو وہ خورد سال تھے۔ دوسرے وہاں شادی کا کیا موقع تھا تیسرے سہرا اور مہندی ہندوستان کی رسمیں وہاں کہاں تھیں۔ یہ تو ہم نے ہندوؤں سے سیکھا ہے خاندان نبوت پر یہ سراسر بہتان

ہے کہ ان میں سہرا باندھا جاتا اور ان کے مردوں کے مہندی لگائی جاتی تھی البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا والے جس عمر میں شادیاں رچاتے ہیں اور دولہا کے مہندی لگاتے ہیں اس زمانے میں ان اللہ والوں کے نونہال قاسم ابن حسن نے خون شہادت سے ہاتھ پاؤں لال کئے اور زخمی چہرے پر خون کی لڑیاں سہرا بنیں۔

علی اصغر اور عابد بیمار کی باری

بنی فاطمہ کا سارا باغ اُجڑ چکا چمنِ ہاشم میں کوئی پودا باقی نہ رہا سب پھول جھڑ گئے ٹہنیاں کٹ گئیں اور خزاں رسیدہ گلستاں میں امام مظلوم کی ذات بابرکات ایک چپ چاپ سرو کی طرح اکیلی کھڑی رہ گئی تو آپ نے داہنی طرف دیکھا کسی کو نہ پایا بائیں جانب نظر اٹھائی شہید لاشوں کے سوا کوئی نہ تھا تو آپ خیمے میں تشریف لائے حضرت علی اوسط یعنی امام زین العابدین نے اپنے باپ کی تنہائی دیکھی کسی کو دیکھا تو بستر بیماری سے کھڑے ہو گئے اور ہتھیار لیکر میدان میں جانا چاہا۔ حضرت امام نے فرمایا:۔ اُسکو روکو ورنہ بنی فاطمہ کی نسل ہی تمام ہو جائے گی۔" عابد بیمار اصرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بابا قربان ہونے دو۔ وہ اکیلے ہیں۔ بیٹا ایسے وقت میں کام نہ آئیگا تو کب آئیگا حضرت ام کلثوم نے جبراً حضرت عابد بیمار کو روک لیا۔ اُس وقت حضرت امام نے فرمایا:۔ "لاؤ میرے عبداللہ علی اصغر کو لاؤ۔ میں اُسے گود میں لوں حرم نے حضرت علی اصغر کو گود میں دیا آپ نے اُن کو پیار کیا اور باہر میدان میں لے کر آئے پیاس کے سبب علی اصغر کی والدہ کے دودھ نہ رہا تھا اور بچہ بھوک پیاس سے نڈھال ہو رہا تھا ایک روایت میں ہے کہ آپ یونہی میدان میں لے کر آئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حریف کے سامنے بچے کو لے جا کر فرمایا کہ اس معصوم کی کیا خطا ہے۔ قصور اگر ہے تو میرا ہے اس کو پانی دو۔ قضائی پیشہ کوفیوں نے جواب میں ایک تیر دیا جس نے ننھے شہید کے حلق کو چھید ڈالا باپ کی گود میں بیگناہ بچہ پھڑکنے لگا۔ اسے خبر نہ تھی دنیا میں کیا ہو رہا ہے میں کس کی

گود میں ہوں۔ اور یہ کانٹا میرے حلق میں کیوں چبھا۔ اس کو ساری دنیا ماں کی گود دیتی وہ دنیا میں زندہ رہنے کو آیا تھا۔ مگر اس کی زیست جلدی ختم ہوگئی۔ خون میں اُسکا ننھا ننھا قمیص تر ہوگیا۔ اس نے ہاتھ پاؤں مارے اور باپ کے سینے سے سر لگا کر جان دیدی۔

”دیکھنا کیا چھوٹی سی لاش ہے۔ جن عورتوں کے ننھے ننھے بچے ہیں وہ خیال کریں کہ ان کے امام کا بچہ کیسی بیدردی سے گود میں شہید ہوگیا۔ اور سوچیں کہ بچے کی آگ کیسی ہوتی ہے اور اس وقت حضرتِ امامؑ کے دل پر کیسا صدمہ ہوگا۔ حضرتِ امامؑ نے خدا سے صبر کی دعا مانگی اور اس لاش کو بھی شہیدوں میں لے جا کر رکھدیا۔

شمشیروں میں شبیرؑ

محرّم کا اصلی وقت قریب آگیا۔ سورج ڈھل رہا ہے۔ عصر کا وقت ہے۔ حضرتؑ زینب میں رخصت ہونے تشریف لے گئے۔ سیدزادیوں کے جھرمٹ میں کھڑے ہوئے سب کے چہروں پر حسرت و مایوسی برستی تھی۔ حضرت زینبؑ نے اپنے لاچار بھائی کو بیکسی سے دیکھا۔ حضرت سکینہ نے باباجان کے آخری دیدار کئے۔ حضرت شہربانو اور سب ازواجِ مطہرات نے اپنے یتیم اور حق کے دولہا کی آنسو بھری آنکھوں سے زیارت کی۔ امامؑ نے سب کو صبر و ہمت کی وصیت فرمائی اور خداحافظ کہہ کر باہر تشریف لے آئے اور اُمت میں حق کا بیج بونے اور سچائی کے کھیت میں اپنے خون کا پانی دینے کو آمادہ ہوگئے، کیونکہ اس دنیا میں ایک وجود فنا ہوتا ہے جب دوسرے وجود کو بقا حاصل ہوتی ہے۔ دانہ خاک میں ملتا ہے تو شگوفہ پیدا ہوتا ہے۔ روئی اپنی ہستی مٹاتی ہے تو آدمی کو کپڑا میسر آتا ہے دانہ چکی میں پستا ہے آٹا اپنے وجود کو گرم گرم توے پر جلاتا ہے تب روٹی پکتی ہے اور انسان کا پیٹ بھرتا ہے تیل جلتا ہے اور اپنے بدن کو فنا کرتا ہے جب کہیں گھروں میں روشنی ہوتی ہے۔ بتی اپنے سر پر آگ کی آری چلواتی ہے اس وقت نورانی شکل والی کہلاتی ہے۔ پانی باغ کی زمین میں جاکر جذب ہوجاتا ہے اپنی ہستی قربان کردیتا

ہے تب چمن آباد ہوتا ہے لکڑیاں آگ میں جلتی ہیں تکلیف اٹھاتی ہیں اس وقت تمہارا کھانا پکتا ہے۔ بھاپ ریل چلاتی ہے کہ یہ شے تپتی ہے۔ جل جاتی ہے تپنے جھلسنے سے گرجاتے ہوکر بنتی کیسی نکمی ہے؟ اس میں بھی شہادت کا ہاتھ ہے۔ پانی آگ میں تپتا ہے اور بھاپ بنتا ہے یعنی اپنا وجود شہید و فنا کر کے بھاپ کی شکل اختیار کرتا ہے تب تمہارے سیکڑوں کاموں میں مدد دیتا ہے۔ ابن رسول اللہ نے جو یہ چند ثانیوں میں سارا گھر بار لٹا دیا اور کھو دیا یہ صرف اس واسطے کہ امت سچ اور حق کو سمجھے اور نہ حق بات کے آگے باطل کے سامنے سر نہ جھکا۔ گویا امام مظلوم نے اپنا اور اپنے بچوں کا سر قربان کر کے تمہارے ایمانوں کا وجود زندہ کر دیا پڑھو درود اس امام پر اور اس کے نانا پر۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ

پیاس کی شدت تھی۔ امام سیدھے فرات پر تشریف لے گئے شمر نے عمر و سعد سے کہا حسینؑ پیاسا رہتا ہے مگر وہ نہروں کے قابو میں نہیں آتا۔ پانی پی کر زندہ ہو گیا تو ہم میں سے کسی کی خیر نہیں۔ دیکھتا کیا ہے جلدی بند وبست کر اور حسینؑ کو پانی نہ پینے دے۔

عمر وسعد نے فوج کو اشارہ کیا حضرت امامؑ نے ایک چلو پانی لیا تھا اور چاہتے تھے کہ منہ میں پانی ڈالیں کہ ایک موذی بدذات ابان ابن دارم نے تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک میں گھس گیا پانی آپ کے ہاتھ سے گر پڑا اور امامؑ نے بڑی تکلیف اور مشکل سے وہ ستم کا تیر منہ سے نکالا اور فرمایا۔

اے خدا تیرے سوا کس سے فریاد کروں۔ تجھ بن میرا اب کون باقی رہا ہے۔

خون منہ میں اُبلا چلا آتا تھا اور آپ کلیاں تھوکتے جاتے تھے۔ آخر آپ نے تلوار کھینچی۔ عمر و سعد مقابلے کو آیا۔ آپ نے فرمایا۔ دور ہو میرے سامنے سے۔ عمر سعد گدھے کی طرح ایک ہی ہنکار میں الٹا بھاگ گیا اور شمر ذی الجوشن نے پیادہ فوج کو اشارہ کیا جس نے امامؑ کو گھیر لیا۔ حضرت نے اس لشکر کو بھی مارے تلواروں کے سراسیمہ کر کے بھگا دیا تو عمر و سعد نے شمر سے کہا:۔

تو نے آج تک ایسا کوئی بہادر دیکھا ہے کہ اس کے سب کنبے والے لخت جگر بچے اور یار و مددگار مارے گئے اور خود اس کے جسم پر بکثرت زخم ہیں۔ مگر میدان سے منہ نہیں پھیرتا۔ اور فوجوں

کے جی چھڑوائے دیتا ہے۔

حضرت امام کے ۴۵ زخم تلوار و نیزے کے تھے اور پینتیس ۳۵ تیروں کے خون بہہ رہا تھا پیاس کے مارے حلق خشک تھا لیکن ابن الرسول اللہ کا ہاتھ تلوار چلانے سے نہ رکتا تھا جس طرف یہ علی کا شیر حملہ کرتا تھا فوجیں کائی کی طرح پھٹ جاتی تھیں۔ اور سر دھڑوں سے کٹ کٹ کر ڈھیر ہو جاتے تھے۔

آخر شمر نے چھ سو پیادوں کو لیکر آپ کو گھیر لیا اور ان سے کہا خبردار حسینؑ نکلنے نہ پائیں گھیرے رہو اور وار کرو حضرت امام بھی مردانہ وار کھڑے ہو گئے اور اپنے حملوں سے ان کے چہروں پر تلوار مارنے لگے کہ زرعہ بن شریک نے حضرتؑ کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری جس کے صدمے سے دست مبارک کٹ کر گر پڑا۔ آپ نے چاہا دشمن کے اس وار کا جواب دیں اور تلوار اٹھائیں لیکن آپ نے جسم کی طاقت ختم ہو چکی تھی اور بھوک پیاس اور زخموں کی تکلیف سے طاقت سلب ہو گئی تھی جسکے سبب تلوار نہ اٹھ سکی اور آپ گر پڑے اور گرتے ہوئے سجدہ زخمی سینہ بے دست سینہ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے کہ سنان ابن انس نے ایک نیزہ مارا جو سینے کو چیرتا ہوا پشت میں نکل گیا اور جب اس ظالم نے نیزہ باہر کھینچا تو اس کے ساتھ قلب مبارک بھی کھنچ آئی اور امام بیہوش ہو گئے سنان نے چاہا کہ سر مبارک کاٹ لے مگر ہیبت سے تھرا گیا اور ہاتھ کانپنے لگے۔ تب خولی ابن یزید نے ابن رسول اللہ کا سر کاٹا اور دنیا کی سب سے بڑی شہادت کو پورا کیا۔

سر کٹ کر اس شرم و حیا کی مورت اس عفت و عصمت کے پتلے کو برہنہ کیا گیا کپڑے اتار لئے گئے اور سواروں کو حکم دیا زمین پر دوڑایا گیا جنکے صدمے سے وہ بدن چورا چورا ہو گیا جسکو رسول خدا گود میں لیتے تھے کندھوں پر بٹھاتے تھے جسکو فاطمہ زہرا نے سینے سے لگا کر پالا تھا کربلا کے میدان میں اندھیرا ہو گیا سورج کو گرہن ہو گیا جنگل قریب تھا اس عظیم الشان گناہ سے کانپنے لگے۔ فرشتوں میں کہرام مچ گیا۔ ساری زمین ہل گئی۔ سید مظلوم کے خون نے ہر درخت اور پتھر کو لال کر دیا۔ لکھا ہے کہ شام میں جب پتھر اٹھاتے تھے اس کے نیچے خون نکلتا تھا

اب شمر اور عمرو سعد کے ہاں چراغ جل گئے۔ بنی فاطمہؑ کا دیا گل کر کے اُنہوں نے شادیانے بجے اور خیمے میں جانے کی تیاری کی۔ شمر نے خیمے میں جا کر عورتوں کی چادریں اتار لیں۔ اُن کے زیور چھین لئے وہ بیچاریاں حمایتی کو آوازیں دیتی تھیں تو یہ لوگ قہقہے لگاتے تھے اور کہتے تھے وہ تمہارے حمایتی کٹے پڑے ہیں۔ اب دنیا میں تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے اب تم ہماری لونڈیاں ہو۔

یہ اُن کو کہا جاتا تھا جو سارے عالم کی آقا زادیاں تھیں یہ اُن کی بیکسی کا وقت تھا جن کا نانا تمام جہان کے بیکسوں کا حامی بنایا گیا تھا۔

آج اُن کا خیمہ لٹ رہا تھا۔ آج وہ بے پردہ کیجاتی تھیں، آج وہ جنگل میں گھبرا گھبرا کر دیکھتی تھیں کہ کوئی حمایتی پیدا ہو مگر کوئی نہ تھا جو اس ستم سے ان کو پناہ دلواتا۔

شمر نے عابد بیمار کو دیکھا تو اُن کے شہید کرنے کو آگے بڑھا اور کہا حسینؑ کی نرینہ اولاد کو بالکل ختم کر دینے کا حکم ہے۔ عمرو سعد نے روکا اور بیمار کی جان بچالی۔

رسیوں سے بندھے بنی فاطمہؑ

حضرت امامؑ کا سر خولی نیزے پر چڑھا کر ابن زیاد کے پاس لے چلا۔ آگے آگے سر تھا پیچھے اونٹ تھے جن کی ننگی پیٹھوں پر عورتیں رسیوں سے بندھی بے پردہ بیٹھی تھیں، عابد بیمار کا چہرہ زرد تھا۔ ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور اونٹ پر بیٹھے تھے۔

جس وقت یہ قافلہ کوفے کے بازاروں میں گذرا تو ہزارہا آدمی تماشہ دیکھنے کو کھڑے تھے حضرت زینبؑ بھی ایک اونٹ پر رسی سے بندھی سوار تھیں۔ اُنہوں نے جو بازار والوں کو تماشے میں مصروف دیکھا تو نہایت درد بھری آواز میں فرمایا:-

"آؤ سیر دیکھو۔ ہم وہی ہیں جن کو تمہارے رسول نے تمہارے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اُن کی پیروی کرو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ مگر دیکھو ہمارے آگے خون میں لتھڑا ہوا ایک سر ہے جو رسول کے نواسے کا ہے۔ فاطمہؑ کے فرزند کا ہے اور ہم اُن کی بہنیں

اور بیویاں جنکو قیدی بنایا گیا ہے اور بے پردہ بازاروں میں لایا گیا ہے' ہمارا تماشا دیکھو کہ اس سے بڑھکر دنیا میں کوئی تماشا نہ ہو گا۔ میں علی شیرِ خدا کی بیٹی ہوں کبھی پردے باہر نہیں نکلی۔ میرے ہاتھوں میں رسّی بندھی ہے آج میں تمہارے لیے دعائے خیر کیا کرتی تھی یہ سامنے حسینؑ کا بیٹا عابد ہے اور بیمار ہے اپنے گھر کے بیماروں پر تم ترس کھایا کرتے ہو اس پردیسی بیمار کی بیبسی پر تو ترس نہ کھاؤ دیکھو کیسی ناتوانی میں اس کے ہاتھ کھینچکر باندھے ہیں کہ ہل نہیں سکتا۔ بیمار کا نرم بستر بھی دیکھ لو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا ہے۔ کل قیامت میں میری ماں فاطمہؓ حسینؑ کا خون بھرا کرتہ لیکر کھڑی ہونگی اور فریاد کرینگی اس وقت کی سیر بھی خوب ہوگی تمکو اس تماشے کی بھی آرزو کرنی چاہیئے"۔

خلقت زار زار روتی تھی اور قیدیوں کا جلوس بازار سے گذر رہا تھا۔ حضرت زینبؑ کے اشعار اور تقریر سے لوگ چیخیں مار مار کر روتے تھے مگر بنی اُمیّہ کے ظلم کے سبب کسی میں انکی مدد کی جرأت نہ تھی آخر سر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ اس نے بڑی شان کا دربار کیا تھا۔ سر ایک طشت میں لاکر رکھا گیا ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی وہ اس نے حضرتِ امامؑ کے دانتوں پر مارنی شروع کی۔ اس پر زید ابن ارقم صحابی رسول اللہؐ نے فرمایا: ٹھیرو اریہ گستاخی نہ کر چھڑی ہٹا کہ میں نے ان دانتوں پر رسولِ خدا کو بوسے دیتے دیکھا ہے۔

ابن زیاد حضرت زیدؓ کی اِس جرأت سے بگڑا اور بولا کہ تمہارے بڑھاپے اور صحابیت کا خیال نہ ہوتا تو تلوار سے مزا چکھاتا اور پھر حضرت زیدؓ کو باہر نکلوا دیا۔

دربار میں قیدی بندھے کھڑے تھے ابن زیاد نے حضرت زینبؑ سے خطاب کرکے کہا خدا کا شکر ہے تمہارے ارادے جھوٹے ہوتے اور تمہاری تمنائیں خاک میں مل گئیں۔

حضرت زینبؑ نے جواب دیا:۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پیدا کیا اور پاکیزگی دونوں جہان کی مرحمت فرمائی۔

ابن زیاد بولا:۔ دیکھا بھی خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ حضرت زینبؑ نے جواب میں ایک آیۃ

پڑھی جسکا مطلب یہ تھا: ۔ اُن پر قتال فرض کیا تھا اسواسطے وہ مقتول ہو کر اپنی آرامگاہوں میں چلے گئے
ابن زیاد نے حضرت زینب سے کہا: ۔ یہ تو تمہارا بھائی ہے جسکو خدا نے مروا ڈالا۔ عابد بیمار نے جواب میں یہ آیت پڑھی: "تم نے اس کو قتل کیا۔ خدا تو موت کے وقت جانوں کو اٹھا لیا کرتا ہے اور کوئی شخص بغیر مرضیٔ خدا کے نہیں مرسکتا۔ اجل کا وقت مقرر ہے۔

ابن زیاد کو اس جواب سے طیش آیا اور حکم دیا کہ عابد بیمار کو قتل کردو۔ مگر حضرت زینب کی آہ و زاری سے مجبور ہو کر خون سے باز آیا اور سروں کو مع قیدیوں کے دمشق میں یزید کے پاس بھیجدیا۔ غریب عابد بیمار کو طوق و زنجیروں میں جکڑا گیا اور پہلے سے زیادہ اذیت۔ ساتھ عورتوں سمیت شمر کی حراست میں بھیجا گیا۔ سنان ابن انس نخعی قاتل حضرت امامؑ نے ابن زیاد سے کہا: "دلاؤ میرا انعام لاؤ کہ میں نے ایک بہت بڑے شخص کو قتل کیا ہے"

ابن زیاد نے کہا: ۔ ہاں تجھ کو بہت بڑا انعام دونگا تو حسینؑ کو سب سے بڑا کہتا ہے اسکے بدلے میں تجھکو بھی قتل کردوں تاکہ آیندہ کوئی حسینؑ کو بڑا نہ کہے یہ کہکر سنان کو قتل کرادیا اور قاتل حسینؑ کو بہت جلدی دنیا کے عیش کا مزا آگیا۔

یزیدی دربار میں فاطمی قیدی

یزید کے سامنے جب حضرت امامؑ کا سر لایا گیا اور قیدی کھڑے کئے گئے تو اُس نے کہا: خدا اس لونڈی بچے ابن زیاد کو غارت کرے میں نے حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم کب دیا تھا۔ یہ کہکر یزید رونے لگا۔ اُس کے ہاتھ میں بھی ایک چھڑی تھی جسکو اس نے حضرت امامؑ کے دندان مبارک پر مارنا شروع کیا۔ ابو برزہ اسلمی صحابی رسول اللہ صلعم اس کو دیکھتا اور کہا: باش یہ مقام رسولخدا کے چومنے کا ہے یزید کھسیانا ہوگیا اور گردن اٹھا کر حضرت امام زین العابدین سے کہا: تیرے باپ نے چاہا تھا کہ میری بادشاہت لے لے۔ میرا حق اُس نے چھینا اور قرابتداری کا خیال نہ کیا۔ عابد بیمار نے جواب میں یہ آیت پڑھی "کوئی مصیبت زمین میں اور تمہاری

جانوں پر ایسی نہیں آتی جو خدا کی لکھی ہوئی تقدیر سے باہر ہو۔

یزید نے اپنے دربار کے ایک عالم خالد سے کہا:۔ عابد کو جواب دو۔ خالد نے یہ آیت پڑھی
"کوئی مصیبت تم پر نہیں آتی مگر خود تمہارے ہی کرتوت کا وہ نتیجہ ہوتا ہے
حالانکہ خدا بہت سی خطائیں معاف بھی کر دیتا ہے۔"

حضرت زینبؓ نے فرمایا: "میرا باپ اور بھائی تجھسے اچھے تھے" یزید نے کہا: "بیشک تیرے دادا میرے دادا سے بہتر تھے اور تیری والدہ میری والدہ سے اچھی تھیں۔ مگر تیرا باپ میرے باپ سے بڑا تھا یہ دعویٰ تیرا درست نہیں ہے وہ دونوں خدا کے ہاں ہیں اسکا فیصلہ خدا کریگا کہ ان دونوں میں کون بہتر ہے۔ البتہ میں تجھسے اور تیرے بھائی سے بہتر ہوں۔ دیکھ لے میں تخت پر بیٹھا ہوں اور تو قیدی بنی کھڑی ہے اور تیرے بھائی کا سر کٹا ہوا رکھا ہے۔"

حضرت زینبؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی:۔ ملک کا مالک خدا ہے جس کو چاہے ملک دے جس سے چاہے لے لے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

یزید بولا: "بس زبان درازی نہ کرو۔"

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ دربار کے باہر نوبت بج رہی تھی۔ یزید نے عابد بیمار سے کہا سن یہ میری اور میرے باپ کی بادشاہت کی نشانی ہے اور تیرا باپ سامنے کٹا پڑا ہے۔ عابد چپ ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں اذان کی آواز آئی تو عابد بولے: "لے سن! یہ میرے باپ دادا کی بادشاہت کی نشانی ہے۔ اور تو اپنے باپ سمیت اس نشان کے آگے سر جھکا کر گر پڑتا ہے۔

آخر دربار برخاست ہوا۔ عابد بیمار کی بیڑیاں اور طوق اتارا گیا۔ حرم کو یزید نے اندر محل میں بھجوایا۔ اور قصہ ختم ہوا۔

یہ تھا محرم کا بیان۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ محرم میں غم کیوں کیا جاتا ہے اس داستان

طویں سے کھل گیا کہ مسلمانوں نے ایسی سنگدلی کیوں اختیار کی تھی اور اپنے رسول ؐ کی اولاد کو سفاکی سے کیوں قتل کیا تھا۔

بنی اُمیّہ کی طولانی کہانی سے تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہ لوگ منافق تھے خوف سے مسلمان ہوئے تھے۔ اور لالچ سے اس پر قائم رہے۔ ورنہ ان کے دلمیں اسلام کی کچھ عظمت نہ تھی جب وہ دین اور اہل دین کی قدر ہی نہ جانتے تھے تو جو حرکت بھی کرتے وہ کم تھی۔

ابولہب آنحضرتؐ کے چچا۔ اور ابوجہل قریش کے سرداران نمائشی مسلمانوں سے بہتر تھے جنھوں نے کھلّم کھلاّ مخالفت کی اور مشرک کہلائے۔

خطرناک یہ بنی اُمیّہ تھے جن کی زبانوں پر کلمہ تھا جن کی پیشانی سجدے میں تھی جن کے منہ میں روزے تھے۔ مگر دل تاریک تھے اور ان میں حرص دنیا اور خواہش عزت و جاہ کے سوا ایمان کی اصلیت ذرہ برابر نہ تھی۔ پھر ایسے لوگوں سے جو جو گناہ بھی ہوتے زیبا تھے آج وہ مٹ گئے۔ ان کے تخت اوندھے ہو گئے۔ ان کی عزتیں خاک میں مل گئیں۔

دمشق میں یزید کی قبر میں نے دیکھی ہے لوگ اسپر پتھر مارتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں معاویہ کی قبر پر بھی گیا ہوں ایک چھوٹی سی برجی میں ویران پڑی ہے جسپر وحشت برستی رہتی ہے مگر بنی فاطمہ کی قبریں سلطنت کر رہی ہیں اور ان کے کارنامے بھی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اس محرم میں کروڑوں آدمی ان کا ذکر خیر کرتے ہیں اور کروڑوں روپیہ ان کے نام پر خیرات کیا جاتا ہے۔ اور بنی اُمیّہ کا نہ کوئی نام لیوا ہے نہ پانی دیوا اور یہی قدرتی انصاف سب سے بڑی دلیل حق و باطل سمجھنے کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْعِزَّةُ لِلّٰهِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؞

حسن نظامی

خواجہ حسن نظامی کی ایک آنہ اردو یونیورسٹی دہلی

اردو زبان کو علمی بنانے کے لئے

اور گھر گھر پہنچانے کے لئے

ایک آنے۔ دو آنے۔ چار آنے۔ آٹھ آنے۔ بارہ آنے۔ ایک روپے قیمت کی کتابیں شائع کرتی ہے
ایک آنے سے کم اور ایک روپے سے زیادہ قیمت کی کوئی کتاب نہیں ہوتی

ہر کتاب مجلد ہوتی ہے

ایک آنے والی کتاب کے صفحات ۱۶۔ دو آنے کے ۳۲۔ چار آنے کے ۶۴۔ آٹھ آنے کے ۱۲۸۔ بارہ آنے کے ۱۹۲۔ ایک روپے والی کے ۲۵۶

ہر علم و فن کی کتابیں آسان زبان میں تیار کی جاتی ہیں۔ قیمت بہت کم رکھی جاتی ہے۔ اس لئے کمیشن پر کسی کو نہیں دی جاتیں۔ تاجروں کی اردو کتابوں اور اخباروں کے اشتہار پانچ روپے صفحہ اجرت پر لئے جاتے ہیں۔ ایک صفحہ سے کم یا زیادہ کا اشتہار کسی کا نہیں لیا جاتا

اس کاروبار کے مالک بلا شرکت غیر خواجہ حسن نظامی ہیں

معاملات کی خط و کتابت منیجر ایک آنہ اردو یونیورسٹی دہلی سے کی جاتی ہے۔ خواجہ صاحب سے نہیں۔